خطرناک راستے

وکیل نجیب

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

ویسٹ بلاک۔ 1، آر. کے. پورم، نئی دہلی۔ 110 066

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت	:	1992
دوسری طباعت	:	2009
تعداد	:	1100
قیمت	:	-/18 روپے
سلسلہ مطبوعات	:	663

Khatarnak Rastey
by Wakeel Najeeb

ISBN : 978-81-7587-282-0

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔1، آر. کے. پورم، نئی دہلی۔110066
فون نمبر: 26103938، 26103381، 26179657، فیکس: 26108159
ای۔میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in
طابع: سلاسار امیجنگ سسٹمس آفسیٹ پرنٹرس، C-7/5، لارنس روڈ انڈسٹریل ایریا، نئی دہلی۔53
اس کتاب کی چھپائی 70 جی۔ایس۔ایم۔ٹی۔این۔پی۔ایل۔ میپلیتھو پیپر پر کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

پیارے بچو! علم حاصل کرنا وہ عمل ہے جس سے اچھے برے کی تمیز آ جاتی ہے۔ اس سے کردار بنتا ہے، شعور بیدار ہوتا ہے، ذہن کو وسعت ملتی ہے اور سوچ میں نکھار آ جاتا ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو زندگی میں کامیابیوں اور کامرانیوں کی ضامن ہیں۔

بچو! ہماری کتابوں کا مقصد تمھارے دل و دماغ کو روشن کرنا اور ان چھوٹی چھوٹی کتابوں سے تم تک نئے علوم کی روشنی پہنچانا ہے، نئی نئی سائنسی ایجادات، دنیا کی بزرگ شخصیات کا تعارف کرانا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اچھی اچھی کہانیاں تم تک پہنچانا ہے جو دلچسپ بھی ہوں اور جن سے تم زندگی کی بصیرت بھی حاصل کر سکو۔

علم کی یہ روشنی تمھارے دلوں تک صرف تمھاری اپنی زبان میں یعنی تمھاری مادری زبان میں سب سے موثر ڈھنگ سے پہنچ سکتی ہے اس لیے یاد رکھو کہ اگر اپنی مادری زبان اردو کو زندہ رکھنا ہے تو زیادہ سے زیادہ اردو کتابیں خود بھی پڑھو اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھواؤ۔ اس طرح اردو زبان کو سنوارنے اور نکھارنے میں تم ہمارا ہاتھ بٹا سکو گے۔

قومی اردو کونسل نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ اپنے پیارے بچوں کے علم میں اضافہ کرنے کے لیے نئی نئی اور دیدہ زیب کتابیں شائع کرتی رہے جن کو پڑھ کر ہمارے پیارے بچوں کا مستقبل تابناک بنے اور وہ بزرگوں کی ذہنی کاوشوں سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔ ادب کسی بھی زبان کا ہو، اس کا مطالعہ زندگی کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر

خطرناک راستے

ابھی اچھی طرح سویرا بھی نہیں ہوا تھا کہ سادھو مہاراج بیدار ہو گئے مندر کے دروازے کا پٹ کھول کر باہر آئے۔ آسمان پر اکا دکا ستارے اب تک چمک رہے تھے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دھیمی رفتار سے بہہ رہی تھی۔ موسم بے حد خوش گوار تھا۔ سادھو مہاراج نے اپنی لکڑی کی کھڑاویں پہنیں بدن پر انگوچھا رکھا اور ندی کی طرف چل دیے۔ راستے کو وہ اچھی طرح پہچانتے تھے۔ بلکہ اس کی ایک ایک انچ زمین سے واقف تھے کیوں کہ علی الصباح ندی پر جا کر اشنان کرنا یہ ان کا روزانہ کا معمول تھا اور گزشتہ سولہ برسوں سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ چاہے کوئی بھی موسم ہو اور چاہے کیسے بھی حالات ہوں اودے ہوتے ہوئے سوریہ دیوتا کو پانی کا پہلا گھونٹ پلانا سادھو مہاراج اپنا فرض سمجھتے تھے۔

ندی کنارے پہنچے، ابھی وہ ندی میں داخل ہونے ہی والے تھے کہ ایک بچے کے رونے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔ اچانک ان کے قدم رک گئے۔ نظریں اس طرف مڑیں جدھر سے آواز آ رہی تھی اور نگاہیں اندھیرے میں بلکنے والے بچے کو ڈھونڈنے لگیں۔

سادھو مہاراج نے اندھیرے میں چند قدم بڑھائے اور انہوں نے دیکھا کہ ایک چٹان کے پاس ایک چھوٹی سی گدڑی میں لپٹا ایک بچہ ہاتھ پیر چلانے کی کوشش کر رہا تھا اور بلک رہا تھا۔

پہلے تو سادھو مہاراج نے اطراف میں نظریں دوڑائیں لیکن انہیں کوئی نظر نہیں آیا چند لمحے وہ بچے کو دیکھتے رہے اور پلٹ کر ندی کے کنارے پہنچ گئے کیوں کہ سوریہ دیوتا کے نمودار ہونے کا وقت ہو چکا تھا جلدی جلدی انہوں نے ندی کے پانی میں دو چار ڈبکیاں لگائیں اور کچھ اشلوک پڑھے پھر ہلکی ہلکی لالی مشرق کی سمت سے نظر آئی۔ سادھو مہاراج نے سوریہ دیوتا پر پانی چڑھایا اور ندی سے باہر نکل آئے۔ اس جگہ پہنچے جہاں بچہ پڑا ہوا تھا۔ اور اسی طرح ہاتھ پیر ہلا ہلا کر رو رہا تھا، چلا رہا تھا، سادھو مہاراج نے اگتے ہوئے سورج کی سنہری دھوپ میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں انہیں دور دور تک کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر انہوں نے جھک کر بچے کو اس کی گدڑی سمیت اٹھالیا اور اپنی باہوں میں اچھی طرح سنبھالا اور مندر کی جانب چل پڑے۔

مندر میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ درگا مائی مندر کے فرش کی صفائی میں مصروف تھیں۔ جیسے ہی درگا مائی کی نظر سادھو مہاراج پر پڑی ان کا فرش پر رینگتا ہوا

ہاتھ رک گیا اور نظریں اس کومل بالک پر جا کر ٹھہر گئیں جو سادھو مہاراج کی گود میں تھا اور اب تک رو رہا تھا۔ اپنے ہاتھ کا گندہ کپڑا درگا مائی نے بالٹی میں ڈالا پانی سے ہاتھ دھوئے اور لپک کر سادھو مہاراج کے پاس پہنچ گئیں پھر بچے کی سمت دیکھتے ہوئے سادھو مہاراج سے کہا ''مہاراج یہ بالک کہاں سے اٹھالائے؟''

سادھو مہاراج نے بچہ درگا مائی کی گود میں دیتے ہوئے کہا۔ ''ندی کنارے پڑا ہوا رو رہا تھا۔ آس پاس کوئی موجود بھی نہیں تھا۔ اس لیے میں بچے کو اٹھالایا۔''

درگا مائی نے بچہ کو چمکارتے ہوئے کہا۔ ''بھگوان جانے کس کا بچہ ہے! کون ابھاگن ماں ہوگی جو یوں بچے کو تنہا چھوڑ کر چلی گئی نردئی'' سادھو مہاراج نے کہا ''مائی اب اسے چپ کرا۔ رو رو کر ہلکان ہوگیا ہے بیچارہ، نہ جانے کب سے ندی کنارے پڑا ہوا ہوگا۔''

درگا مائی نے کہا '' مہاراج آپ چنتا نہ کریں میں ابھی بچے کو بہلاتی ہوں۔''

اتنا کہہ کر درگا مائی مندر کے بازو میں بنی ایک جھونپڑی میں چلی گئیں سادھو مہاراج سیڑھیاں چڑھ کر مندر کے دوار پر پہنچے۔ زور سے گھنٹی بجائی اور بھجن کیرتن کے کاموں میں جٹ گئے۔

درگا مائی نے بچہ کو جھونپڑی میں بچھی ہوئی چٹائی پر لٹا دیا۔ پھر ایک پیالے میں دودھ لے آئیں اور ایک چھوٹے چمچے سے قطرہ قطرہ دودھ بچے کے منہ میں ٹپکانے لگیں بچے نے پیالے کا سارا دودھ پی لیا اور پھر اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ درگا مائی بچے کو آہستہ آہستہ تھپکیاں دینے لگیں چند ہی منٹوں میں بچہ گہری نیند میں

ڈوب گیا۔ درگا مائی نے بچہ کو چادر اڑھا دی اور تیزی سے اس جھونپڑی کی طرف چل دیں۔ جو مندر سے قریب سو گز کی دوری پر بنا ہوا تھا۔ وہ بستی کا پہلا جھونپڑا تھا۔

وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ سب ہی لوگ جاگ چکے تھے۔ اور اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے گھر کی بوڑھی عورت نے درگا مائی کو اپنے دروازے پر دیکھا تو اسے تعجب ہوا۔ حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر اس نے کہا'' درگا مائی کیا بات ہے آج تو صبح ہی صبح کیسے آ گئی۔

درگا مائی نے کہا'' موہنی آج سادھو مہاراج کو ندی کنارے ایک نہایت خوبصورت بچہ پڑا ہوا ملا۔ وہ اسے اٹھا لائے بھگوان جانے کس کا بچہ ہے۔ میں نے ابھی گئو ماتا کا دودھ پلا کر اسے سلا دیا ہے۔ ابھی مجھے مندر کی صفائی کا کام بھی کرنا ہے۔ موہنی تو ذرا ایسا کر کہ پاربتی کو میرے ساتھ بھیج دے وہ میرے آنے تک بچے کے پاس بیٹھی رہے گی۔''

''ہے رام، درگا مائی تو یہ کیا کہہ رہی ہے بچہ اور ندی کنارے، ہے بھگوان..........''

''درگا مائی نے موہنی کی بات بیچ میں ہی کاٹ دی اور کہا'' ذرا پاربتی کو بلا دے مجھے مندر کی صفائی کرنی ہے۔ سویرا ہو چکا ہے۔ اب لوگوں کا آنا جانا شروع ہو جائے گا۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔'' موہنی نے اتنا کہا اور اندر کے دروازے کی طرف منہ کر کے آواز دی'' پاربتی اری او پاربتی!'' اندر سے آواز آئی'' کیا دادی؟''

''ارے بیٹی ذرا جلدی ادھر آ''

اسی وقت ایک گیارہ بارہ سال کی لڑکی دوڑتی ہوئی آئی اور سامنے آ کر کھڑی ہوگئی درگا مائی پر نظر پڑی تو کہا ''پرنام درگا مائی۔''

موہنی نے اس سے کہا ''پاربتی تو درگا مائی کے ساتھ چلی جا وہاں کوئی بچہ ہے اسے کھلانا ہے۔'' پھر درگا مائی کی طرف دیکھ کر موہنی نے کہا ''لے جا درگا مائی پاربتی کو اور جب تجھے فرصت ملے تب پاربتی کو بھیج دینا۔''

درگا مائی نے پاربتی کا ہاتھ تھاما اور کہا ''چل بیٹی میرے سنگ چل۔''

دونوں جھونپڑی میں پہنچے بچہ ویسے ہی سویا ہوا تھا جیسے درگا مائی اسے چھوڑ کر گئی تھیں۔ درگا مائی نے پاربتی سے کہا ''بیٹی تو ذرا بچے کے نزدیک بیٹھی رہ۔ میں مندر کی صفائی کر کے آتی ہوں اگر بچہ جاگ جائے تو مجھے آ کر بلا لینا۔''

''اچھا درگا مائی'' پاربتی اتنا کہہ کر بچے کے پاس بیٹھ گئی اور درگا مائی مندر کی طرف چلی گئیں۔

پاربتی نے بچے کے چہرے کی طرف دیکھا۔ گول گول خوبصورت سا چہرہ جس پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی۔ کالے کالے بال اور گلے میں پڑا ہوا ایک کالا تاگہ۔ پاربتی اسے غور سے دیکھنے لگی بچہ اسے بہت پیارا لگا۔ اس کا جی چاہا کہ اسے گود میں اٹھا کر پیار کرے لیکن ڈری کہ کہیں بچہ جاگ نہ جائے۔

درگا مائی نے مندر میں پہنچ کر پہلے تو پورے فرش کو دھویا پھر مندر کے چاروں طرف بکھرے ہوئے پتوں کو جھاڑو سے صاف کیا۔ تب تک مرد اور عورتیں پوجا کے لیے مندر میں آنا شروع ہوگئیں۔

مندر اور اطراف و جوانب کی صفائی میں درگا مائی کو آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ وہاں

سے جب درگا مائی جھونپڑے میں آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ بچہ جوں کا توں سو رہا تھا اور پاربتی اس کے قریب بیٹھی اس کی طرف تکے جا رہی تھی۔

درگا مائی نے مسکرا کر پہلے پاربتی کی طرف دیکھا پھر بچے کی طرف دیکھا۔ گندے پانی کی بالٹی ہاتھ میں تھی۔ پاربتی سے کہا ''بیٹی، تھوڑی دیر اور بیٹھی رہ میں ذرا کنوئیں سے منہ ہاتھ دھو کر آتی ہوں۔''

''اچھا درگا مائی۔ تم جاؤ میں یہاں بیٹھی ہوں'' پاربتی نے چٹائی پر اپنے پیروں کو سمیٹتے ہوئے کہا'' درگا مائی بالٹی لے کر وہاں چلی گئی جہاں کنواں تھا۔ کنوئیں سے پانی نکال کر درگا مائی نے اچھی طرح منہ ہاتھ دھویا اور بالٹی بھر پانی لے کر جھونپڑی کی طرف چلی آئی جب جھونپڑی میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ پاربتی کے علاوہ بھی کچھ عورتیں جھونپڑی میں موجود تھیں ان میں موہنی بھی شامل تھی۔

موہنی نے درگا مائی کو دیکھا تو کہا درگا مائی ہم بھی اس بچے کو دیکھنے چلے آئے۔ بڑا سندر بچہ ہے۔''

دوسری عورت نے کہا'' کیسی بے رحم عورت ہو گی جو اپنے اتنے چھوٹے بچے کو ندی کنارے چھوڑ کر چلی گئی۔''

تیسری عورت نے کہا'' میں تو کہتی ہوں کسی کے پاپ کی نشانی ہے۔''

درگا مائی نے کہا'' جو بھی ہو ہمارے لیے تو بھگوان کی دین ہے میں اسے پالوں گی۔''

ایک بوڑھی عورت نے کہا'' درگا مائی یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی عورت اپنے بچے کو ندی کنارے لٹا کر ندی میں نہانے گئی ہو اور سادھو مہاراج ۔۔۔ اس کے بچے کو

اٹھا کر یہاں لے آئے ہوں۔''

درگا مائی نے کہا'' سادھو مہاراج نے آس پاس اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ جب انہیں کوئی نظر نہیں آیا تب ہی وہ بچے کو اٹھا کر لائے ہیں۔''

موہنی نے کہا'' اگر کسی عورت کا بچہ گم ہو گیا ہوگا تو وہ خود اسے ڈھونڈتی پھر رہی ہوگی۔ کیوں درگا مائی کوئی عورت بچہ کے لیے آئی تو نہیں؟

نہیں اب تک تو کوئی نہیں آیا ہے۔ آئے تو لے جائے اپنا بچہ ہم اس کا بچہ چھین تو نہیں لائے ہیں۔''

ایک عورت نے کہا'' اگر اس گاؤں کی کسی عورت کا بچہ ہے تو معلوم ہی ہو جائے گا۔ مجھے لگتا ہے کہ بچہ چھ سات مہینے کا ہے۔''

یہ سن کر موہنی نے غور سے بچہ کو دیکھا اور کہا'' ہاں سات آٹھ مہنے کا تو ہوگا ہی پر بچہ ہے بڑا سندر۔''

اسی طرح عورتیں آتی رہیں بچے کو دیکھتی رہیں اور اپنی اپنی رائیں دیتی رہیں تھوڑی دیر بعد جاتی رہیں۔ تھوڑی دیر میں بچہ جاگ اٹھا کھیلنے لگا۔ درگا مائی نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ پیار کرنے لگیں۔ درگا مائی کے ہاتھوں سے دوسری عورت نے بچہ کو اپنی گود میں لے لیا پھر تیسری نے لیا۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے تمام عورتوں کے ہاتھوں سے گھومتا ہوا بچہ پھر درگا مائی کی گود میں آ گیا۔

بھارت کے شمالی خطے میں بسا ہوا یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا'' پون پور'' اس کا نام تھا۔ شمال میں ہمالیہ پہاڑ کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں یہاں سے صاف نظر آتی تھیں۔ بالکل سفید دھبے روئی کے اڑتے ہوئے گالے کی طرح۔ ہوا کے ٹھنڈے

ٹھنڈے جھونکے اس تیزی سے گزرتے جیسے بستی کے تمام جھونپڑوں کو اکھاڑ پھینکیں گے۔شاید اسی لیے اس گاؤں کا نام پون (ہوا) پور پڑ گیا تھا۔''

گاؤں کا ایک چھوٹا سا خوبصورت مندر تھا۔ جسے کسی راجہ نے بنوایا تھا پتھروں کے بڑے بڑے ٹکڑوں سے بنا ہوا یہ مندر موسم کی زیادتیوں سے اب تک محفوظ تھا۔فرش اس کا چکنے سیاہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔

سادھو مہاراج کی عمر جب 45 سال کی تھی تب ان کی پتنی کا دیہانت ہو گیا تھا۔ دنیا سے ان کا دل اوب گیا تھا۔شہروں شہروں گھومتے اور دیہاتوں کا چکر لگاتے وہ یہاں پہنچے یہاں کا ماحول انہیں اتنا پسند آیا کہ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ مندر کی دیکھ بھال کرنا، دیہات کے لوگوں کے دھارمک اور رسم ورواج کے کاموں کو انجام دینا ان کی ذمہ داری تھی۔

درگا مائی کو بھی اس جگہ رہتے ہوئے تقریباً بیس بائیس سال ہو چکے تھے ایک دفعہ درگا پور گاؤں میں ہیضہ کی وبا پھیلی گاؤں کے گاؤں صاف ہو گئے۔ درگا مائی کے ماں باپ،شوہر، بچے اور ساس سسر سب ہیضہ کی نذر ہو گئے، اکیلی مائی بچ گئی۔ بڑے مہنت جی نے اس وقت درگا مائی کے سر پر پیار کا ہاتھ رکھا اور مندر میں لے کر آ گئے تب سے درگا پور گاؤں کی درگا، درگا مائی ہو گئی، مندر کی دیکھ بھال کرنا اور اس کی صفائی کرنا ہی اس کا دھرم بن گیا تھا۔

مندر کے کاموں سے فرصت ملی تو سادھو مہاراج جھونپڑی میں آ گئے۔ چند عورتیں بھی اس وقت جھونپڑی میں موجود تھیں۔ درگا مائی نے سادھو مہاراج کے بیٹھنے کے لیے ایک چوکی بڑھا دی۔ سادھو مہاراج اس پر بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر تک

مسکراتے ہوئے بچے کو دیکھتے رہے پھر نہایت ملائمت سے انہوں نے بچے کو اپنی گود میں لے لیا۔ بچہ کو چمکارنے لگے، بچہ خوشی سے کلکاریاں مار رہا تھا۔ ہاتھ پیر چلا رہا تھا۔ اپنے نازک ہاتھوں کو اٹھا کر سادھو مہاراج کی سفید سفید داڑھی کو پکڑنے کی کوشش کرتا۔ تمام عورتیں اس منظر کو کنکھیوں سے دیکھ رہی تھیں اور لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

سادھو مہاراج نے تھوڑی دیر بعد درگا مائی سے کہا'' درگا مائی، کچھ پتہ چلا یہ بچہ کس کا ہے؟

''نہیں مہاراج، اب تک پتہ نہیں چلا ہے۔''

''گاؤں میں تو سب ہی کو معلوم ہو گیا ہوگا؟''

ہاں سبھی کو معلوم ہو چکا ہے۔ شاید ہی کوئی گھر بچا ہوگا جہاں کی عورت اسے دیکھنے نہ آئی ہو۔ اگر اس اطراف کی کسی عورت کا بچہ ہوتا تو اب تک اسے خبر مل چکی ہوتی، اور وہ اسے لینے بھی آجاتی۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر درگا مائی نے کہا'' مہاراج مجھے تو نہیں لگتا کہ یہ بچہ اس گاؤں کی کسی عورت کا ہے۔''

سادھو مہاراج نے کہا'' بھگوان جانے کس کا بچہ ہے یہ؟ گاؤں میں اس طرح کا یہ پہلا واقعہ ہے۔'' پھر سادھو مہاراج نے عورتوں کی طرف دیکھ کر کہا'' بیٹیو! گاؤں میں سب کو بتا دو کہ ایک بچہ ندی کنارے پڑا ہوا ملا ہے جس کا بھی ہو آکر لے جائے۔''

بیٹھی ہوئی عورتوں نے اثبات میں سر ہلائے۔ سادھو مہاراج تھوڑی دیر تک بچے کو لے کر بیٹھے رہے پھر بچہ درگا مائی کے سپرد کیا اور مندر میں چلے گئے۔

اس دن، دن بھر یہی سلسلہ چلتا رہا لیکن بچہ کا کوئی دعویدار نہیں آیا۔ درگا مائی نے گائے کا دودھ گرم کر کے رکھ لیا تھا جب کبھی بچہ روتا درگا مائی چمچہ سے قطرہ قطرہ دودھ اسے پلا دیتیں اس طرح ایک دن گزر گیا۔

پون پور کے ہر گھر میں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ سادھو مہاراج کو ندی کنارے سات آٹھ مہینے کا ایک بچہ پڑا ہوا ملا ہے۔ جسے جسے خبر ملتی وہ بچہ کا درشن کرنے ضرور آتا۔''

اسی طرح کئی دن گزر گئے لیکن بچے کا کوئی وارث نہیں آیا۔ درگا مائی اور سادھو مہاراج کو تو بھگوان کا ایک تحفہ مل گیا تھا۔ من ہی من میں وہ دعا کرتے تھے کہ کوئی بچہ کو لینے نہ آئے۔ وہ اس کی ہر طریقے سے دیکھ بھال کرتے۔ گاؤں کے لوگ اب مندر آتے تو بچے کے لیے کچھ نہ کچھ لے کر آتے۔ دن اسی طرح سے گزرتے رہے ایک دن سادھو مہاراج نے درگا مائی سے کہا'' درگا مائی لگتا ہے کہ اس بچہ کا کوئی وارث نہیں ہے۔''

درگا مائی نے کہا'' ہاں، اگر ہوتا تو اب تک آجانا چاہئے تھا۔''

سادھو مہاراج نے کہا'' اب ہمیں بچے کا نام کرن کرنا چاہئے۔''

'' ہاں کچھ نہ کچھ نام تو رکھنا ہی ہوگا۔''

'' آنے والے سنیچر کو ہم اس کا نام کرن کریں گے۔ سب کو بتا دینا۔'' سادھو مہاراج نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے مہاراج:۔

'' اس کے بعد درگا مائی اور سادھو مہاراج نے یہ خبر گاؤں میں بھجوادی کہ سنیچر

کی شام کو بچے کے نام کرن کی رسم انجام دی جانے والی ہے۔اس موقع کے لیے گاؤں کے مکھیہ اور کسانوں نے بہت ساری چیزیں سادھو مہاراج کے پاس بھجوا دیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ بچہ گاؤں کے ہر فرد کا رشتہ دار تھا۔سب نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ بھجوایا۔

سنیچر کے دن شام میں پورا یون پور گاؤں مندر کے سامنے جمع ہو گیا۔ پوجا پاٹ شروع ہوئی اور کرشن بھگوان کے نام پر بچہ کا نام ''نند کشور'' رکھا گیا۔

اس دن مندر میں محسوس ہوتا تھا کہ کوئی میلہ لگا ہوا ہے۔ ناچ گانا، کھانا پینا، موج مستی ایک خوشی کا ماحول تھا۔ جو مندر کے چاروں سمت پھیلا ہوا تھا۔رات گئے تک یہ سلسلہ چلتا رہا تھا۔اور پھر سب لوگ وہاں سے اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے۔

اب نند کشور کی مکمل نگہداشت کی ذمہ داری درگا مائی کے کاندھوں پر تھی۔ سادھو مہاراج کو بھی جب فرصت ملتی اسے دیکھنے آجایا کرتے تھے۔

وقت کا پہیہ اسی طرح گھومتا رہا۔نند کشور تیزی سے بڑھتا چلا گیا۔جب اس کی عمر چار سال کی ہوئی تو سادھو مہاراج نے اسے تعلیم دینی شروع کی۔سادھو مہاراج کا معمول بن گیا کہ وہ روزانہ صبح اسے اپنے ساتھ ندی پر لے جاتے وہاں سے آکر مندر میں بیٹھتے اور نند کشور کو تعلیم دیتے۔

نند کشور کو قدرت کی طرف سے نہ صرف اچھی شکل ملی تھی بلکہ اس کا ذہن بھی بہت اچھا تھا۔ بہت جلد سبق سیکھ لیتا تھا۔وہ نہایت تیزی سے تعلیم حاصل کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ جب اس کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو وہ نہ صرف ہندی ہی سیکھ چکا تھا بلکہ

سنسکرت کے بھی بہت سے اشلوک اسے یاد ہو گئے تھے۔

نند کشور کی دنیا مندر اور درگا مائی کی جھونپڑی میں سمٹی ہوئی تھی۔ گاؤں دیہاتوں کے بچے جن خرافات اور لہو ولعب میں پڑے ہوتے ہیں۔ نند کشور ان سے بہت دور تھا۔

نند کشور کی عمر جب 13 سال کی ہوئی تو ایک بہت بڑا جھٹکا اسے لگا جس نے اس کے پورے وجود کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہوا یوں کہ کپڑے دھونے اور نہانے کے لیے درگا مائی ندی پر چلی جایا کرتی تھیں۔ اب ان کی عمر بھی کافی ہو گئی تھی لیکن معتدل زندگی گزارنے کی وجہ سے قویٰ مضبوط تھے۔ ندی میں جب وہ کپڑے دھو رہی تھیں تو اتفاق سے ایک عورت کی ساڑی پانی میں بہہ گئی درگا مائی نے اس کے چلانے کی آواز سنی اور ندی میں بہتی ہوئی ساڑی دیکھی تو ندی میں کود پڑیں۔ اور تیرتی ہوئی ساڑی کی طرف بڑھیں دوسری عورتوں نے انہیں آگے جانے سے منع کیا لیکن درگا مائی اپنی دھن میں بڑھتی رہیں پانی کا بہاؤ کافی تیز تھا ایک جگہ رک کر انہوں نے ساڑی کو دیکھنا چاہا لیکن پیروں کے نیچے کائی لگا ہوا پتھر آ گیا۔ توازن برقرار نہ رکھ سکیں اور گر پڑیں۔ تیزی سے بہتا ہوا پانی انہیں اپنے ساتھ بہاتا ہوا لیتا چلا گیا۔ عورتیں کنارے پر کھڑی چلاتی رہ گئیں۔ ان کے چلانے کی آواز پر کچھ آدمی بھی دوڑے پانی میں چھلانگ لگائی۔ کافی دور تک تلاش کیا لیکن درگا مائی کا نام ونشان نہ ملا۔ تھوڑی دیر میں ہی یہ خبر پہلے مندر میں پہنچی اور پھر گاؤں میں پہنچ گئی۔ لوگ اپنے کام دھندے چھوڑ کر اس جگہ اکٹھے ہو گئے جہاں پر درگا مائی ڈوبی تھیں انہیں میں نند کشور اور سادھو مہاراج بھی تھے یہ نند کشور کی زندگی کا پہلا صدمہ تھا۔ درگا مائی کو وہ اپنی ماں سمجھتا تھا۔ درگا مائی نے سوائے جنم دینے

کے تمام کام ایک ماں ہی کے انجام دیے تھے۔

درگامائی کے پانی میں ڈوبنے کی خبر نے اسے حواس باختہ کر دیا تھا۔ وہ بلک بلک کر رونے لگا۔ سادھو مہاراج نے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔ اسے سمجھایا اور تسلی دی۔

ندی کے کنارے بھیڑ جمع ہو گئی تو پھر چند اچھے تیراک ندی میں کود پڑے۔ ندی کے اندر کافی گہرائی تک اور کافی دور تک تلاش کرتے رہے۔ دو گھنٹے بعد کافی دوری پر ایک تیراک کو درگامائی کی لاش ندی کے اندر چٹانوں کے بیچ پھنسی ہوئی دکھائی دی۔ اس نے دوسروں کو آواز دی۔ سب اس طرف روانہ ہوئے۔ تمام تیراکوں کی کوشش سے درگامائی کی لاش باہر نکالی گئی۔ جب اسے کنارے پر لایا گیا تو نندکشور درگامائی کی لاش سے لپٹ کر رونے لگا۔ سادھو مہاراج کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ وہاں کھڑی ہوئی تمام عورتیں چلا چلا کر رونے لگیں۔

درگامائی کی لاش اٹھا کر مندر میں لائی گئی۔ اور ان کے انتم سنسکار (تجہیز و تکفین) کی تیاریاں کی جانے لگیں۔ جب تک لاش مندر کے سامنے میدان میں رہی نندکشور کی ہچکیاں چلتی رہیں۔ اس کا رونا بند نہ ہوا۔ پھر لاش اٹھا کر شمشان گھاٹ کی طرف لے جائی گئی۔ سارا گاؤں ارتھی میں شامل تھا۔ نندکشور کے ہاتھوں میں اگنی کی ہانڈی تھی اور وہ ارتھی کے آگے آگے گیتا کا پاٹھ کرتے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ جھر جھر آنسو اس کی آنکھوں سے بہے چلے جا رہے تھے۔

چتا پر درگامائی کی لاش رکھ دی گئی تو نندکشور کو چتا کو آگ دینے کو کہا گیا۔ ایک لمحہ کے لیے وہ کانپ گیا جس کی گود میں پل کر بڑھا تھا جس کے پیار نے اس کے جسم

میں محبت اور طاقت پیدا کی تھی آج اسی کے جسم کو اسے آگ کے حوالے کرنا تھا۔ یہ تو ہر بیٹے کو کرنا ہی پڑتا ہے کانپتے ہاتھوں سے اس نے جلتی ہوئی لکڑی چتا میں ڈال دی اور پھر تھوڑی دیر بعد تمام لکڑیاں دھڑ ادھڑ جلنے لگیں اور درگا مائی کا جسم بھی اس آگ میں جل کر بھسم ہو گیا۔

سادھو مہاراج نند کشور کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لائے جھونپڑی میں پہنچ کر نند کشور نے رونا شروع کر دیا۔ گاؤں کے بڑے بوڑھوں اور بوڑھی عورتوں نے اسے سمجھایا۔ اسے تسلی دی۔ جب اسے سکون ہو گیا تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جھونپڑی میں سادھو مہاراج اور نند کشور رہ گئے۔

نند کشور کو لگنے والا یہ پہلا زبردست صدمہ تھا جس نے اس کے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ کسی طرح اس نے اپنے آپ پر قابو پایا۔

تیسرے دن درگا مائی کی چتا سے پھول چنے گئے۔ استھیال (راکھ اور ہڈیاں) ایک مٹی کے برتن میں اکٹھی کی گئیں اور اسے ندی میں بہا دیا گیا۔

درگا مائی کی موت کے بعد نند کشور کا دل دنیا داری، پوجا پاٹ، کھانے پینے سے اچاٹ ہو گیا۔ درگا مائی کے ہوتے ہوئے نہ تو سادھو مہاراج کو کوئی تکلیف تھی اور نہ ہی نند کشور کو، اب تو مندر شمشان گھاٹ کی طرح ویران اور اجاڑ دکھائی دیتا تھا۔ سادھو مہاراج بھی بالکل بجھ کر رہ گئے تھے۔ نہ تو مندر کی صفائی ٹھیک طرح سے ہو پا رہی تھی اور نہ ہی کھانے پینے کا انتظام۔ مندر میں جو کچھ چڑھاوا آتا وہی انہیں کھانا پڑتا تھا۔

نند کشور کو نہ تو اب تعلیم میں دلچسپی رہ گئی تھی اور نہ ہی پوجا پاٹ میں۔ اسے

جب وقت ملتا وہ سیدھا اس جگہ جا کر بیٹھ جاتا جہاں پر درگا مائی پانی میں ڈوب کر مری تھیں۔ گھنٹوں اسی جگہ بیٹھا رہتا۔ عورتیں آتیں کپڑے دھوتیں اور چلی جاتیں نند کشور جہاں بیٹھتا بس وہیں بیٹھا رہتا۔

ایک دن نند کشور ندی کنارے بیٹھا ہوا تھا تو ایک لڑکا آیا اور نند کشور کے پاس ہی آ کر بیٹھ گیا۔ ماحول سے بے خبر نند کشور ندی کے پانی میں نظریں گاڑے بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک لڑکا نند کشور کے بازو میں بیٹھا خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نند کشور کو مخاطب کر کے کہا ''نندو، تو کب تک اس طرح درگا مائی کی موت کا غم مناتا رہے گا؟''

نند کشور نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور پھر گھٹنوں میں منہ چھپا کر رونے لگا۔ لڑکے نے کہا ''نندو چلو ہم اس طرف جھاڑیوں میں چلیں گے۔ وہاں املی کے درختوں میں خوب املیاں لگی ہیں کھٹی میٹھی املیاں، بڑا مزہ آئے گا، چلو اٹھو۔''

اتنا کہہ کر لڑکے نے نند کشور کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھڑا کر دیا۔ لڑکے کی بات میں کچھ ایسی بے تکلفی تھی، کچھ ایسا اپنا پن تھا کہ نند کشور نہ تو انکار کر سکا اور نہ ہی مزاحمت اس کے ساتھ اٹھتا چلا گیا۔ پھر اس کے ساتھ چلتا ہوا گھنی جھاڑیوں میں پہنچ گیا۔ وہاں پر جگہ جگہ املی کے گھنے تن آور درخت تھے اور ہر درخت میں بے شمار املیاں لگی ہوئی تھیں۔ لڑکے نے نند کشور سے کہا ''نندو تو نیچے بیٹھا رہ میں، اوپر چڑھ کر املیاں توڑ توڑ کر پھینکتا ہوں۔ تو اسے جمع کرتے جانا۔''

اتنا کہہ کر لڑکا درخت پر چڑھ گیا اور املیاں توڑ توڑ کر نیچے پھینکنے لگا۔ تھوڑی دیر میں کافی املیاں جمع ہوگئیں تو لڑکا نیچے اتر آیا اس نے املیاں نند کشور کو کھانے کے

لیے دیں۔ نند کشور نے املی کا چھلکا نکالا اور املی کھائی پھر نند کشور نے لڑکے سے پوچھا ''بھائی تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے؟''

لڑکے نے کہا'' میں اسی گاؤں میں رہتا ہوں چندیشور میرا نام ہے۔ سب مجھے چندو کہتے ہیں۔ تم بھی مجھے اسی نام سے پکار سکتے ہو۔''

نند کشور نے کہا' چندو بھائی' تم تو بڑی پھرتی سے درخت پر چڑھ گئے اور املیاں بھی توڑ لیں، میں تو یہ کر ہی نہیں سکتا۔''

چندو نے کہا'' یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جلد ہی میں تمہیں بھی درخت پر چڑھنا سکھا دوں گا۔ اب آؤ میرے ساتھ۔''

اتنا کہہ کر وہ نند کشور کو اپنے ساتھ لے کر ندی کنارے آیا۔ وہاں اس نے املی کی ملائم پتیاں، املی اور نمک ملا کر ایک ساتھ پتھر پر پیسنا شروع کر دیا۔ جب اچھی طرح باریک ہو گئی تو اس نے کہا نندو لے یہ املی کی چٹنی ہے۔ اسے کھا کے دیکھ کیسا مزہ آتا ہے۔''

نند کشور نے پہلے انگلی سے چٹنی چکھ کر دیکھی۔ اسے چٹنی بہت اچھی لگی۔ پھر اس نے مزہ لے لے کر چٹنی کھائی۔

اس طرح نند کشور چندو کا دوست بن گیا۔ اس کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا یہاں تک کہ شام ہو گئی شام کو چندو نند کشور کو اپنے گھر لے گیا۔ اس کی ماں نے نند کشور کو دیکھا تو بہت حیران ہوئی پھر چندو سے اس نے کہا'' چندو، یہ چھوٹے پنڈت جی کو تو یہاں کیوں لے کر آ گیا؟''

چندو نے کہا'' ماں، پنڈت جی درگا مائی کی موت سے بہت اداس ہو گئے

ہیں۔ مجھ سے ان کی یہ حالت نہ دیکھی گئی اس لیے میں انہیں یہاں لے کر آ گیا۔"

یہ بات سن کر چندو کی ماں کو بھی بہت دیا آئی اس نے نند کشور کا ہاتھ منہ دھلایا اور دونوں لڑکوں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو چندو کی ماں نے چندو سے کہاں "چندو اب جا اور چھوٹے پنڈت جی کو مندر تک چھوڑ کر آ جا۔"

"اچھا ماں" چندو نے کہا اور نند کشور کو لے کر مندر کی طرف روانہ ہوا راستے میں اس نے نند کشور سے کہا "کیوں نندو مہاراج مزہ آ گیا نا" نند کشور نے کچھ کہا نہیں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

مندر کے پاس پہنچ کر چندو نے نند کشور سے کہا "نندو جا اب جا کے سو جا، کل صبح پھر ندی کے کنارے ملنا" اتنا کہہ کر چندو وہاں سے چلا گیا۔ نند کشور جھونپڑی میں آیا اور چٹائی بچھا کر سو گیا۔

صبح میں جب سادھو مہاراج نے اسے اٹھایا اور ندی پر چلنے کے لیے کہا تو اسے بڑی تکلیف ہوئی۔ وہ کچھ دیر اور سونا چاہتا تھا۔ لیکن سادھو مہاراج کے آگے اس کی ایک نہ چلی اور دل پر جبر کر کے اسے ندی پر جانا پڑا۔

وہاں سے آ کر جب سادھو مہاراج نے اسے پڑھنے کے لیے بٹھایا تو وہ بیٹھ گیا لیکن دل اس کا کہیں اور ہی تھا۔ کسی طرح اس کی تعلیم کا وقت پورا ہوا اور جب لوگ مندر میں آنے لگے تو نند کشور وہاں سے اٹھ کر ندی کی طرف چل دیا۔ گھاٹ پر عورتیں کپڑے دھونے میں مصروف تھیں۔ چندو کا کہیں پتہ نہ تھا ایک گھنٹہ کے بعد چندو وہاں آیا۔ وہ اسے لے کر املی کے درختوں کے جھنڈ میں پہنچ گیا۔ وہاں پر پہلے ہی سے دو اور لڑکے موجود تھے ان میں سے ایک نے نند کشور کو چندو کے ساتھ دیکھا تو کہا "ارے

چندو یہ پنڈت جی کو تو یہاں کیوں لے آیا۔"

چندو نے کہا" کیشو، پنڈت جی کو کچھ نہ بول، درگا مائی کی موت کی وجہ سے بیچارے بہت اداس ہیں۔"

اچھا یار آ چندو، یہاں بیٹھ۔"

چندو اور نند کشور دونوں املی کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے کیشو نے اپنی جیب سے ایک مٹی کی چلم نکالی۔ ایک پڑیا نکالی جس میں تمباکو تھا۔ تمباکو چلم میں ڈالا اور دیا سلائی جلا کر تمباکو میں آگ لگائی۔ زور کا کش کھینچا اور تمباکو جلنے لگا۔ کیشو نے گاڑھا گاڑھا دھواں منھ سے نکالا اور ہوا میں چھوڑ دیا۔ نند کشور حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔

پھر چلم دوسرے لڑکے نے لے لی جس کا نام رمیش تھا۔ اس نے بھی چلم کے دو تین کش لگائے اور چلم نند کشور کی طرف بڑھا دی نند کشور نے انکار میں سر ہلایا تب کیشو نے کہا" ارے پنڈت جی چلم کے دو کش لگا لو درگا مائی کی موت کا سارا غم دور ہو جائے گا۔

نند کشور نے کہا" نہیں بھائی مجھے اس کام کے لیے مجبور مت کرو۔"

تب رمیش نے کہا" پنڈت جی، پی لو بھیا، پی لو، دنیا میں بھگوان نے جتنی چیزیں بنائی ہیں ان سب کا تھوڑا تھوڑا مزہ چکھنا چاہیے ورنہ جینے کا فائدہ ہی کیا؟

نند کشور نے کہا" نا بھائی نا، یہ مجھ سے نہ ہوگا۔

چندو نے کہا" ارے نندو، ایک دم کھینچ کر تو دیکھ کیسا لگتا ہے۔ یہ کہہ کر چلم نند کشور کے ہاتھ پکڑا دی۔

تینوں لڑکوں نے ایک ساتھ کہا" ہاں، پنڈت جی شاباش بس ایک کش کی ہی

تو بات ہے۔

اسی لمحہ نند کشور نے چلم منہ سے لگائی اور ایک زوردار کش کھینچا جیسے ہی دھواں اس کے حلق سے گزر کر پیٹ میں داخل ہوا نند کشور کو ایک زبردست ٹھسکا لگا۔ وہ کھانسنے لگا تینوں نے زوردار قہقہے لگائے اور کیشو نے کہا'' گھبراؤ مت پنڈت جی، پہلے کش میں ایسا ہی ہوتا ہے۔اب سارا ڈر دور ہو جائے گا۔''

پھر ایک دور چلا اب کی نند کشور نے بہت سنبھل کر دم لگایا اور یکے بعد دیگرے تین دم لگائے اس کے منہ میں ایک کڑواہٹ سی گھل گئی لیکن ساتھیوں کے قہقہوں کے خوف سے اس نے یوں ظاہر کیا گویا اسے بہت مزہ آیا ہو۔

کچھ دیر تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ تمام تمباکو ختم ہو گیا کیشو نے چلم جیب میں رکھ لی اور رمیش سے کہا'' نکال رمیش کیا لایا ہے آج تو۔''

رمیش نے اپنی کمر میں کھسی ہوئی ایک پوٹلی نکالی ۔ اسے کھولا اس میں روٹی اور سبزی تھی۔ اسے دیکھ کر چندو نے کہا'' ٹھہرو میں ذرا املیاں توڑ لیتا ہوں میرے پاس مرچ اور نمک ہے چٹنی سے کھائیں گے تو مزہ آجائے گا۔

اتنا کہہ کر وہ تیزی سے درخت پر چڑھ گیا اور املیاں توڑ توڑ کر نیچے پھینکنے لگا جب بہت ساری املیاں جمع ہو گئیں تو وہ نیچے اتر آیا۔ اور ایک پتھر پر رکھ کر نمک اور مرچ کے ساتھ پیس لیا۔ چٹنی تیار ہو گئی تو چاروں نے مل کر سبزی اور چٹنی کے ساتھ روٹیاں کھائیں پھر ندی پر گئے پانی پیا اور کپڑے اتار کر ندی میں کود پڑے گھنٹہ دو گھنٹہ نہاتے رہے۔ نہا کر باہر نکلے، کپڑے پہنے اور بستی کی جانب چل پڑے چلتے چلتے بازار میں پہنچے۔ کہیں سے کوئی پھل اٹھا لیا تو کہیں سے کوئی سبزی، کسی کو گالیاں دیں تو کسی کی

گالیاں سنیں، بازار میں ایک جگہ حلوائی کی دکان تھی پیسے تو کسی کی جیب میں تھے نہیں کیشو نے کہا'' تم لوگ حلوائی کو باتوں میں لگائے رکھنا تب تک میں ہاتھ صاف کردوں گا۔

تینوں جلیبی کے تھال کے سامنے جمع ہو گئے ۔کیشو پشت کی طرف چلا گیا چندو نے حلوائی سے کہا'' مہاراج جلیبی کیا پاؤ دیے۔''

'' چار روپے پاؤ ہے، بولو کتنی دوں۔''

چندو نے رمیش سے کہا'' کیوں رمیش آدھا کلو لے لوں۔''

ہاں ہاں آدھا کلو لے لو۔ٹھیک رہے گا۔

چندو نے کہا'' اچھا مہاراج آدھا کلو جلیبی دے دو، ذرا گرما گرم دینا۔''

اتنے عرصے میں کیشو نے پیچھے رکھے ہوئے لڈوؤں پر ہاتھ صاف کر دیا۔

جب حلوائی ترازو کے پلڑے میں جلیبی رکھنے لگا تو چندو نے نند کشور سے پوچھا'' پنڈت جی پیسے ہیں نا تمہارے پاس۔''

نند کشور نے بات سمجھ لی اور کہا'' نہیں میں تو پیسے لانا بھول گیا!''

چندو نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔'' ارے پنڈت جی تو پہلے کیوں نہیں بولے۔'' پھر مہاراج سے کہا'' مہاراج تم پوڑی باندھ کر رکھو ہم ابھی پیسے لے کر آتے ہیں۔اتنا کہہ کر تینوں آگے بڑھ گئے۔حلوائی نے جھلا کر کہا'' ابے جب جیب میں پیسے نہیں تھے تو جلیبی کیوں تلوا رہے تھے۔تم کیا خریدو گے جلیبی، ذرا صورت دیکھ لو پہلے آئینے میں۔''

حلوائی بڑبڑاتا رہا تینوں تیزی سے اس جگہ پہنچے جہاں کیشو کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا۔ان کے پہنچتے ہی اس نے پینٹ کی جیب سے لڈو نکالے اور سب کو ایک

ایک لڈو دے دیا۔ سب نے شوق سے مزے لے لے کر لڈو کھائے اتنے میں انہیں بازار کے ایک کونے میں ایک آدمی ٹھیلے پر جام بیچتا ہوا نظر آیا۔ کیشو نے کہا ''چلو اب جام کھائیں گے۔''

چاروں آگے بڑھے چلتے چلتے کیشو نے کہا ''دیکھو تم لوگ ذرا الگ ہٹ کر کھڑے رہنا میں جام لے کر بھاگوں گا۔ وہ مجھے پکڑنے کے لیے دوڑے گا اس وقت تم لوگ جام لے کر بھاگ جانا۔''

کیشو ٹھیلے کے پاس گیا وہاں نہ کوئی گاہک تھا اور نہ ہی آس پاس کوئی موجود تھا پہلے تو اس نے جام کا بھاؤ پوچھا۔ پھر دو بڑے بڑے جام ہاتھوں میں اٹھا لیے اور بھاگ کھڑا ہوا۔ ٹھیلے والا بھی اس کی طرف تیزی سے دوڑا بس اسی وقت تینوں ٹھیلے پر ٹوٹ پڑے اور جس کے ہاتھ میں جتنے جام سمائے لے کر بھاگ نکلے ٹھیلے والے نے اس دوسری مصیبت کو دیکھا تو واپس ٹھیلے کی طرف لوٹا اور گالیاں دے کر اپنا سر پیٹنے لگا۔

نند کشور کی زندگی کے یہ نئے تجربات تھے۔ اس کے لیے یہ سب کچھ نیا نیا تھا۔ اس میں اسے بڑا لطف بھی آیا۔ خوشی بھی محسوس ہوئی۔ اسی طرح گھومتے پھرتے شام ہوگئی۔ سب اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے۔

نند کشور بھی اپنی جھونپڑی میں چلا گیا۔ اور چٹائی بچھا کر لیٹ گیا۔ دن بھر کا تھکا ہارا تھا۔ لیٹتے ہی سو گیا۔ صبح میں جب سادھو مہاراج اسے اٹھانے کے لیے گئے تو اس نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے ندی پر جانے سے انکار کر دیا۔ سادھو مہاراج اس کی بدلی ہوئی کیفیت سے واقف تھے۔ انہوں نے سوچا کہ ابھی اس کے دل سے

درگامائی کی موت کا غم کم نہیں ہوا ہے۔ جب اس غم کے نشانات دل و دماغ سے مٹ جائیں گے تو اپنے آپ راستے پر آجائے گا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ مندروں کی حدوں سے نکل کر وہ ایسے ماحول میں پڑ گیا ہے جہاں سوائے بربادی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اب نند کشور کا معمول بن گیا کہ صبح دیر سے سو کر اٹھتا مندر کے چڑھاوے کا جو مال ہاتھ لگتا اسے لے کر املی باغ میں پہنچ جاتا۔ جہاں چندو، کیشو اور رمیش اس کے منتظر رہتے۔ سب اپنی اپنی لائی ہوئی چیزوں کی دعوت اڑاتے، درختوں کو توڑتے، پودوں کو نقصان پہنچاتے، پھر بستی میں کبھی دکانداروں کو ستاتے تو کبھی سبزی اور پھل بیچنے والوں کو پریشان کرتے یا کبھی کھیتوں میں گھس جاتے اور فصلوں کو نقصان پہنچاتے غرض یہ کہ چاروں لڑکوں کی چور منڈلی پورے گاؤں میں دندناتی پھرتی تھی۔ ہر شخص ان سے پریشان تھا۔ آہستہ آہستہ یہ خبریں سادھو مہاراج کے کانوں میں بھی پہنچیں جب انہوں نے پانی سر سے اونچا اٹھتا دیکھا تو نند کشور کو سمجھانا شروع کیا لیکن اب یہ نند کشور وہ سیدھا سادھا نند کشور نہیں رہ گیا تھا۔ بری صحبت نے تمام برائیاں اور خرابیاں اس میں پیدا کر دی تھیں۔ ایک روز نہ جانے کہاں سے رمیش پچاس روپے لے آیا۔ چاروں اکٹھے ہوئے تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ کھاتے پیتے شراب کی دکان پر پہنچ گئے۔ تھوڑی تھوڑی سب نے پی، کبھی میٹھا لے کر کھایا تو کبھی کھارا۔ غرض یہ کہ شام تک پچاس روپیوں میں سے پچاس پیسے بھی نہ بچے۔

رات میں جب نند کشور اپنی جھونپڑی میں پہنچا تو سادھو مہاراج جاگ رہے تھے۔ جیسے ہی وہ جھونپڑی میں داخل ہوا سادھو مہاراج مندر سے نکل کر جھونپڑی میں پہنچے اس سے پہلے کہ وہ کوئی سوال کرتے شراب کا ایک بھپکا نند کشور کے منہ سے اٹھا

اور سادھومہاراج کے نتھنوں سے جاٹکرایا۔ سادھومہاراج نے فوراً اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا اور ایک زوردار طمانچہ نندکشور کے منہ پر مارا، نندکشور تیورا کر جھونپڑی کے کچے فرش پر گر گیا اور پھر اٹھ نہ سکا سادھومہاراج چند لمحے اسے دیکھتے رہے اور پھر جھونپڑی کا دروازہ بند کر کے مندر میں چلے گئے۔

صبح جب سادھومہاراج نندکشور کی جھونپڑی میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے جگانے کے لیے آوازیں دیں لیکن وہ نہیں اٹھا۔ سادھومہاراج ندی پر چلے گئے وہاں سے واپس آ کر انہوں نے دیکھا کہ نندکشور بدستور سویا ہوا تھا۔ اسے اسی حالت میں چھوڑ کر سادھومہاراج مندر میں چلے گئے۔

جب نندکشور سو کر اٹھا تو دھوپ چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ اس کا پورا جسم کسمسا رہا تھا وہ سیدھا کنوئیں پر گیا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ سر بھاری بھاری لگ رہا تھا۔ ایک عجیب سا چڑ چڑا پن اس کے دماغ میں سمایا ہوا تھا۔ رات میں جو شراب اس نے پی تھی اس کا سرور اب تک اس کے خون میں دوڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے ہی وہ منہ دھو کر واپس آیا۔ سادھومہاراج جھونپڑے میں داخل ہوئے۔ انہیں اپنے سامنے دیکھ کر نندکشور گھبرا گیا۔ سادھومہاراج کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی جس میں کچھ پھل اور مٹھائیاں تھیں۔ ٹوکری انہوں نے چٹائی پر رکھ دی اور نندکشور سے کہا ''نندو، بیٹھ جاؤ۔

نندکشور چٹائی پر بیٹھ گیا۔ شرمندگی سے اس کی آنکھیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ سادھومہاراج نے کہا۔ ''لو ناشتہ کرلو۔''

نندکشور جیسے بیٹھا تھا ویسے ہی بیٹھا رہا پھر سادھومہاراج نے آواز کو ذرا نرم

کرتے ہوئے کہا ''نندو بیٹے لو یہ ناشتہ کرلو۔''

تب نند کشور نے ہاتھ بڑھایا۔ کچھ چیزیں کھائیں۔

سادھومہاراج نے نند کشور سے کہا دیکھو بیٹے نندو، زندگی اور موت کا دینے والا ایشور ہے۔ وہ جب تک جسے چاہتا ہے دنیا میں رکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے پاس بلالیتا ہے پھر ایک نیا جنم دے کر اسے زمین پر بھیج دیتا ہے۔ یہ چکر صدیوں سے چل رہا ہے اور جب تک یہ دنیا قائم ہے چلتا رہے گا۔ دنیا عمل کرنے کی جگہ ہے جو جیسا عمل کرے گا اسے ویسا ہی پھل ملے گا۔ درگا مائی کی جتنی زندگی تھی اس نے جی، اور ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ اس نے ایک ایسی زندگی گزاری ہے جس سے لوگوں کو سکھ اور آرام ہی ملا ہے اس کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی اس کے دن پورے ہوگئے تو ایشور نے اسے اپنے پاس بلالیا۔ یہ دنیا کا دستور ہے کہ کسی کا سگا سمبندھی مرجائے تو اسے غم ہوتا ہے۔ یہ قدرتی بات بھی ہے لیکن غم منانے کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی مرنے والے کے لیے دنیاداری چھوڑ دے۔ اچھائیوں کو چھوڑ کر برائیوں کو اپنا لے۔ اگر اسی طرح لوگ غم منانے لگیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ جس کا غم منایا جارہا ہے۔ اس کی آتما کو بھی بڑی تکلیف پہنچتی ہوگی۔ اسے کبھی شانتی نہیں ملے گی درگا مائی نے جو اچھے کرم تمہارے ساتھ کیے ہیں اسے فراموش نہیں کیا جاسکتا لیکن یاد رکھو کہ اگر اس قسم کی حرکتیں تم کرنے لگو گے تو بھگوان تو بھگوان، خود درگا مائی کی آتما تمہیں معاف نہیں کرے گی میں دیکھ رہا ہوں کہ درگا مائی کی موت کے بعد سے تم نے زندگی گزارنے کا طریقہ ہی بدل دیا ہے۔ تعلیم اور پوجا پاٹ میں تمہارا من ہی نہیں لگ رہا ہے تم پر بیزارگی کی کیفیت طاری ہوگئی ہے۔ تم نے اچھی باتوں کو چھوڑ دیا ہے

اور بری عادتیں اپنالی ہیں میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ ان حرکتوں سے تمہیں نہ تو دنیا میں کچھ فائدہ حاصل ہوگا اور نہ مرنے کے بعد ہی چین ہوگا میرے پاس تمہاری بہت شکایتیں پہنچ رہی ہیں میں اب تک تمہیں ایک نادان لڑکا سمجھ کر معاف کرتا رہا لیکن کل رات جب میں نے تمہیں شراب کے نشے میں دیکھا تو ضبط نہ کر سکا کیوں کہ وہ میری برداشت اور تمہاری آزادی کی حد سے بڑھا ہوا کام تھا اور میں نے زندگی میں تمہیں پہلی بار طمانچہ مارا جس کے کارن مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ میں سکون سے سو نہ سکا جو کچھ تم نے کیا بہت زیادہ کر چکے اور اب پھر تمہیں لوٹ کر وہیں آنا ہے جہاں تم درگا مائی کی موت سے پہلے تھے اسی میں تمہاری بھلائی ہے اور اسی میں تمہاری نجات بھی ہے۔''

سادھو مہاراج اسے نصیحت کرتے رہے اور نند کشور زمین پر نظریں گاڑے سنتا رہا، آنسو اس کی آنکھوں میں تیرنے لگے جیسے ہی سادھو مہاراج کی بات ختم ہوئی نند کشور ان کے قدموں پر گر پڑا اور روتے ہوئے کہا ''گرو جی مجھے معاف کر دیجئے معاف کر دیجئے مجھ سے بڑی بھول ہوگئی۔

سادھو مہاراج نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا اٹھو اور ندی پر جا کر اشنان (غسل) کر لو۔ اس سے نہ صرف تمہاری تکان دور ہو جائے گی بلکہ تمہیں تازگی بھی محسوس ہوگی اٹھو نند کشور میرے بعد اس مندر کا بھار (بوجھ) تمہارے ہی کاندھوں پر آنے والا ہے۔ جہالت کی تاریکی میں بھٹکتے ہوئے ان سیدھے سادے کسانوں کو گیان (علم) اور موکتی (نجات) کا اجالا تمہیں ہی دکھانا ہے۔ اٹھو میرے بیٹے۔ پونچھ لو اپنی آنکھوں سے آنسو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ آنسو تمہیں کمزور بنا دیں۔''

نند کشور اٹھ کھڑا ہوا اور سادھو مہاراج سے لپٹ کر رونے لگا انہوں نے اس کی پیٹھ تھپکی اور کہا "جلدی سے ندی سے اشنان کر کے واپس آؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

اتنا کہہ کر سادھو مہاراج مندر میں چلے گئے نند کشور نے الگنی پر پڑا ہوا انگوچھا، پاجامہ اور کرتا اٹھایا اور ندی کی طرف چل دیا۔

ندی پر عورتوں اور بچوں کی بھیڑ تھی۔ کوئی کپڑے دھو رہا تھا تو کوئی نہار رہا تھا۔ بچے کنارے ریت پر کھیل رہے تھے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے نند کشور نے ایک ویران جگہ پر اپنے کپڑے رکھ دیے اور ندی میں کود پڑا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی اس کی رگوں میں سماتا ہوا محسوس ہوا۔ اسے تازگی اور ٹھنڈک کا دلفریب احساس ہوا۔ اس کی روح تک خوشی سے سرشار ہو اٹھی۔ ساری سستی اور کسل مندی پل بھر میں غائب ہوگئی۔ وہ آزاد مچھلی کی طرح ندی میں تیرنے لگا۔ پانی میں اسے اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ پانی سے نکلنے کو اس کا جی ہی نہیں چاہ رہا تھا لیکن سادھو مہاراج کی بات بھی اس کے دماغ میں موجود تھی۔ بالآخر وہ پانی سے نکل آیا۔ باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے تمام کپڑے غائب تھے۔ بہت حیران ہوا آس پاس دیکھا لیکن کپڑے کہیں دکھائی نہیں دئے۔ تبھی ایک طرف سے لڑکوں کے ہنسنے کی آواز آئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر آواز کی طرف دیکھا۔ ایک چٹان کی آڑ میں کیشو، رمیش اور چندو کھڑے ہنس رہے تھے۔ وہ دوڑ کر ان کی طرف گیا۔ وہ سب کے سب باہر نکل آئے کیشو نے کہا کیوں پنڈت جی آج نہانے میں اتنی دیر کیسے ہوگئی۔"

رمیش نے کہا "رات میں جو شراب پی تھی اس کا نشہ نہیں اترا ہوگا۔"

نند کشور نے کہا لاؤ مجھے میرے کپڑے دے دو مجھے ابھی مندر جانا ہے۔
سادھو مہاراج مجھ سے بہت ناراض ہیں۔''

کیشو نے کہا ارے بھیا پنڈت جی، سادھو مہاراج جب ہمارے برابر کے رہے ہوں گے تو ہم سے بھی زیادہ شیطانی کی ہوگی جب آدمی بوڑھا ہوتا ہے تو اسے بھگوان ہی زیادہ یاد آنے لگتا ہے۔

نند کشور نے کہا بھائیو! مجھے میرے کپڑے دے دو، میں مندر نہ گیا تو سادھو مہاراج مجھے مار پیٹ کر مندر سے نکال دیں گے۔''

''ابے پنڈت کے بچے، مندر سے نکلتے ہوئے کیوں ڈرتا ہے کیشو نے کپڑے اس طرف پھینکتے ہوئے کہا ''مندر سے نکل جائے گا تو ہم تجھے ایسی جگہ پہنچا دیں گے کہ پھر پلٹ کر مندر میں جانے کا نام بھی نہی لے گا چل ہمارے ساتھ۔''

نند کشور نے جلدی سے کپڑے پہنے اتارے ہوئے کپڑے انگوچھے میں باندھے اور مندر کی طرف جانے لگا چندو نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا۔ ابے نندو آج ہم تیرے لیے بہت اچھی چیز لے کر آئے ہیں اور تو ہے کہ ادھر بھاگ رہا ہے۔ چل ہمارے ساتھ املی باغ میں۔

نند کشور نے گڑگڑاتے ہوئے کہا ''نہیں بھیّا چندیشور، مجھے جانے دو، سادھو مہاراج مجھ سے بہت ناراض ہیں۔''

پنڈت جی، ناراض تو ہمارے ماں باپ بھی ہوتے ہیں لیکن کیا ہم ان کی پرواہ کرتے ہیں۔

رمیش نے کہا ''ہمارا نعرہ تو ہے کہ کھاؤ پیو اور موج اڑاؤ چلو آج تم کو ایک نئی

دنیا کی سیر کراتے ہیں۔تم بھی یاد رکھو گے کہ کیسے دلدار دوستو سے یاری کی ہے چلو ہمارے ساتھ۔''

نند کشور نہیں نہیں کرتا رہا لیکن ان کے سامنے اس کی ایک نہ چلی وہ اسے لے کر املی باغ میں آئے۔ وہاں نند کشور نے دیکھا کہ ایک درخت سے ایک بڑا مرغ بندھا ہوا تھا۔

مرغ کی طرف اشارہ کر کے کیشو نے کہا'' دیکھا نندو، یہ ہے ہمارا آج کا شکار، پنڈت جی مزہ آ جائے گا۔نند کشور نے گھبرا کر کہا۔''نہیں میں نے آج تک ماس نہیں کھایا۔ میں ماس (گوشت) نہں کھاؤں گا۔''

''ابے پنڈت کے بچے کیشو نے اس کے سر پر ایک چپت جما کر کہا کل تک تو تو نے شراب بھی نہیں پی تھی۔ پھر کل کیسے پی لی۔ آج تک تو نے ماس نہیں کھایا ہے آج ماس بھی کھا لے گا تیرے تو مزے ہی مزے ہیں۔ پنڈت مصیبت تو ہم اٹھاتے ہیں نا۔ بیٹھ جا یہاں چپ چاپ۔''

کیشو کے اونچے قد اور بھرے جسم سے نند کشور کو بہت ڈر لگتا تھا وہ ان سب میں بڑا اور زیادہ طاقت ور تھا کسی بات سے ڈرتا نہ تھا کچھ بھی کر گزرتا تھا۔ کیشو نے جب نند کشور کو بیٹھنے کے لیے کہا تو خوفزدہ ہو کر بیٹھ گیا۔

چندو نے رمیش سے کہا'' جا تو ذرا سوکھی لکڑیاں چن کے لے آ، تب تک ہم اسے صاف کرتے ہیں۔''

رمیش اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ کیشو نے اپنی جیب سے ایک چاقو نکالا۔ ایک پتھر پر رگڑ کر اس کی دھار تیز کی چندو نے مرغے کا سر اور دھڑ دونوں ہاتھوں سے

پکڑ لیا اور کیشو نے مرغے کی گردن پر چاقو چلا دیا۔ خون کے چند چھینٹے اڑے جو چندو کے کرتے پر آئے۔ مرغے نے ایک جھرجھری سی لی تھوڑی دیر تک زمین پر پڑا تڑپتا رہا۔ پیروں کو پٹکتا رہا اور پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔

نند کشور یہ منظر خوفزدہ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں رمیش بہت ساری سوکھی لکڑیاں جمع کر کے لے آیا۔ چندو نے انہیں ایک جگہ جمع کر کے آگ لگا دی۔ لکڑیاں جلنے لگیں۔ کیشو نے کٹے ہوئے مرغے کے پروں کو نوچ لیا۔ چاقو سے اس کا پیٹ کاٹ کر تمام آلائشیں نکال کر پھینک دیں۔ مرغ کو ٹانگوں سے پکڑ کر آگ میں سینکنے لگا۔ مرغ کو الٹتے پلٹتے کیشو نے چندو سے کہا ''چندو تو جھاڑ پر چڑھ کر املیاں توڑ اور پنڈت کے ساتھ مل کر اس کی چٹنی بنا لے۔''

چندو نے نند کشور کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ چند فاصلے پر ایک املی کے درخت پر چڑھ گیا اور املیاں توڑ توڑ کر نیچے پھینکنے لگا۔ نند کشور نے گری ہوئی املیوں کو چن چن کر جمع کر لیا۔ جب کافی املیاں جمع ہو گئیں۔ تو چندو نیچے اتر آیا۔ لال لال پکی ہوئی املیوں کے چھلکے نکال لیے پھر اسے پتھر پر رکھ کر اچھی طرح پیس لیا۔ تب تک مرغا بھی اچھی طرح بھونا جا چکا تھا۔ کیشو نے رمیش سے کہا '' رمیش چل تھیلی میں سے روٹیاں نکال لے۔ اب مزہ آئے گا کھانے کا اور ہاں تھیلی میں جو لوٹا ہے وہ پنڈت کو دے دے وہ ندی سے پانی لے آئے گا۔

رمیش نے تھیلی میں سے روٹیاں نکال لیں اس میں ایک بڑا لوٹا تھا وہ اس نے نند کشور کو دے دیا۔ کیشو نے نند کشور سے کہا ''پنڈت جی ندی سے جا کر پانی لے آؤ۔ یاد رکھو اگر بھاگے تو تمہاری یہ کپڑوں کی گٹھری ہم آگ میں ڈال دیں گے۔''

نند کشور نے لوٹا ہاتھ میں لیا اور ندی کی طرف چلا گیا۔ مرغا اچھی طرح بھونا جا چکا تھا۔ کیشو نے اسے آگ پر سے اٹھا لیا اور انگلی سے اس کا گوشت نوچ کر دیکھا تو گوشت گل چکا تھا اس نے چندو سے کہا چندو پنڈت کا انگوچھا یہاں بچھا دے۔''

انگوچھے میں نند کشور کے کپڑے تھے۔ کپڑے اس نے ایک طرف رکھ دیے اور انگوچھا زمین پر بچھا دیا۔ کیشو نے مرغ کو ایک طرف رکھ دیا۔ پھر تھوڑا سا گوشت انگلی سے توڑ کر دیکھا اور اس گوشت کو منہ میں ڈال لیا۔ یہ دیکھ کر چندو اور رمیش نے بھی مرغ کا گوشت انگلیوں سے توڑا اور منہ میں ڈال لیا۔ رمیش نے کہا ''بھائی گوشت تو بہت اچھی طرح گل گیا ہے۔''

چندو نے بھی کہا ''ہاں اور بہت مزے دار بھی ہے۔ چلو اب اس کے ٹکڑے کر لو۔''

کیشو نے چاقو سے مرغ کے چار ٹکڑے کیے تینوں نے ایک ایک ٹکڑا لے لیا اور روٹی سے کھانے لگے املی کی چٹنی بھی چاٹتے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر میں نند کشور بھی لوٹے میں پانی لے کر آ گیا اسے دیکھ کر چندو نے کہا آ جا نندو، یہ لے تیرے حصے کا مرغا رکھا ہوا ہے کھا لے پیارے مزہ آ جائے گا۔''

نند کشور نے زمین پر پانی سے بھرا ہوا لوٹا رکھ دیا اور ابھی ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ تین آدمی ہاتھوں میں لٹھ لیے وہاں پہنچ گئے اور چاروں لڑکوں کو گھیر کر کھڑے ہو گئے رمیش نے جیسے ہی انہیں دیکھا وہ اٹھ کر بھاگنے لگا۔ ایک آدمی نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا۔ چندو بھی تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور نند کشور تو مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگا جب کہ کیشو جس طرح بیٹھا تھا اسی طرح بیٹھا رہا۔

ایک آدمی نے کہا'' کیوں بے چوروں کے پلّو، تمہارے باپ کا مرغا تھا کہ اٹھا کر لے آئے اور یہاں بیٹھ کر دعوت اڑا رہے ہو۔''

کیشو نے اس کی طرف دیکھ کر کہا'' ابے زبان سنبھال کر بات کر، ہم یہ مرغا خرید کر لائے تھے۔''

اسی آدمی نے آگے بڑھ کر کہا'' کس کے پاس سے خرید کر لایا تھا۔ آ چل بتا کتنے کا خرید کر لایا تھا۔ ہمارا مرغا چرا کر لایا ہے اور کہتا ہے کہ خرید کر لایا ہوں چلو تم سب بستی میں تم کو بتاتے ہیں۔''

یہ سن کر کیشو نے اپنے ہاتھ کا گوشت کا ٹکڑا اٹھا کر اس آدمی کے منہ پر پھینک مارا جو انہیں بستی میں لے جانے کی بات کر رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کیشو کو پکڑنا چاہا کیشو نے تیزی سے اسے ڈھکیلا اور سامنے پڑا ہوا چاقو اٹھالیا اور اس چاقو سے وہ حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ پیچھے سے ایک آدمی نے اس کے ہاتھ پر لاٹھی سے وار کر دیا۔ چاقو زمین پر گر پڑا اور وہ اپنا ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گیا۔

رمیش، چندوا اور نند کشور تو رونے لگے گھگیانے لگے اور گڑگڑانے لگے لیکن انہوں نے کسی کو نہ چھوڑا سب کو کھینچتے ہوئے بستی کی طرف لے چلے کیشو بے خوفی سے ان کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ بستی سے قریب ہوتے جاتے تھے لوگوں کی بھیڑ بڑھتی جاتی تھی راستے میں لوگ ان سے پوچھتے کیوں بھائی کیا ہوا، کیا کیا ان لڑکوں نے'' وہ انہیں مرغا چرانے کی بات بتاتے۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے وہ گاؤں کی چوپال کے پاس آ کر رک گئے اس وقت تک ان کے گرد بہت بھیڑ اکٹھی ہو چکی تھی۔ بھیڑ میں سے پھر ایک آدمی نے سوال کیا کیوں بھائی، کیا کیا ہے ان لڑکوں نے؟

ایک نے کہا انہوں نے ہمارا مرغا چرالیا تھا اور اسے بھون کر املی باغ میں کھا رہے تھے۔''

مجمع میں سے ایک نے کہا'' ارے یہ تو نندو ہے سادھو مہاراج کا لڑکا۔''

دوسرے نے رمیش کی طرف اشارہ کر کے کہا'' وہ گوپال بنئے کا بیٹا ہے۔''

اتنے میں چندو کا باپ وہاں پہنچ گیا اس نے ان کے پاس پہنچ کر کہا کیوں؟ اسے کیوں پکڑ رکھا ہے؟ کیا کیا ہے اس نے؟

پوچھو اسی سے ان میں سے ایک نے کہا۔

چندو کے باپ نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور کہا کیوں رے، کیا کیا ہے تو نے، تجھے تو میں دوکان میں بٹھاتا ہوں اور تو ان آوارہ چھوکروں کے ساتھ چوری چکاری میں لگ جاتا ہے۔''

پھر چندو کے باپ نے کیشو کی طرف دیکھ کر کہا۔'' یہی لڑکا ہے جو میرے لڑکے کو بگاڑ رہا ہے۔

کیشو نے کہا'' کاکا، مجھے کچھ مت بولو جو کچھ بولنا ہے اپنے لڑکے کو بولو میں اس کا ہاتھ پکڑ کر تھوڑا ہی لے جاتا ہوں۔''

اتنے میں رمیش کا باپ گوپال بھی وہاں پہنچ گیا۔ رمیش اسے دیکھ کر رونے لگا۔

گوپال نے ان آدمیوں کی طرف دیکھ کر'' کہا'' کیوں بھائی کیا ہوا؟''

ایک نے کہا'' اس نے ہمارا مرغا چرایا تھا۔''

رمیش نے کہا'' مرغا میں نے نہیں چرایا تھا۔''

اس کے باپ نے کہا ''پھر کس نے چرایا تھا؟''

سب خاموش رہے، کیشو بے فکری سے کھڑا ہوا تھا۔

چندو کے باپ نے پھر چندو کو ایک طمانچہ مارا اور کہا ''بتا کس نے چرایا تھا مرغا نہیں تو میں ابھی تیری ٹانگیں توڑ دیتا ہوں'' اتنا کہہ کر اس نے اسے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو چندو نے کہا ''باپو مجھے مت مارو، کیشو مرغا لے کر آیا تھا۔

مجمع میں سے ایک آدمی نے کہا ''ہاں یہی چور ہے بستی کے سیدھے سادھے لڑکوں کو یہی بگاڑتا ہے۔ مارو اس کو، اسی نے مرغا چرایا ہوگا۔''

دوسرے نے کہا ''اسے پولس کے حوالے کر دو۔''

تیسرے نے کہا ''ارے جانے دو بھائی بچہ ہے۔ چرایا تو اس نے لیکن کھایا تو سب نے ہی مل کر۔''

چوتھے آدمی نے نند کشور سے کہا ''کیوں رے پنڈت کے چھوکرے تو بھی چوری کر کے ماس مچھلی کھاتا ہے۔''

نند کشور نے جلدی سے کہا نہیں کا کا میں بھگوان کی سوگندھ (قسم) کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ماس نہیں کھایا یہ مجھے زبردستی پکڑ کر لے گئے تھے میں ندی سے پانی لانے گیا تھا واپس آیا تو یہ لوگ آگئے تھے پوچھ لو ان سے۔''

جیسے ہی نند کشور کی بات ختم ہوئی رمیش کے باپ نے کہا ''اچھا میرے لڑکے کو چھوڑ دو، جس نے تمہارا مرغا چرایا ہے لے جاؤ اسے پولس کے پاس۔'' چندو کے باپ نے کہا ''ہاں ہاں چور کو لے جاؤ اور دوسرے بچوں کو چھوڑ دو۔''

مرغے والے نے کہا ''ہمارے مرغے کا پیسہ کون دے گا؟''

''وہی دے گا جس نے مرغا چرایا ہے، چندو کے باپ نے فوراً کہا۔ وہ کہاں سے دے گا۔ وہ تو خود کنگال ہے چور کہیں کا۔''

رمیش کا باپ آگے بڑھا اور رمیش کا ہاتھ پکڑ کر کہا میرے لڑکے کو چھوڑ دو اور جس نے تمہارا مرغا چرایا ہے اس سے اپنے پیسے وصول کرو۔''

چندو کے باپ نے بھی کہا' ہاں اسی سے وصول کرو چھوڑو میرے بچے کو۔''

مجمع میں سے ایک آدمی نے کہا'' ارے بھائی دو چار طمانچے مار کر چھوڑ دو انہیں، اب تو مرغا پیٹ میں چلا گیا۔''

دوسرے آدمی نے کیشو کی طرف اشارہ کر کے کہا'' ارے اس آوارہ لڑکے کو مارو، بستی کے لڑکوں کو یہی بگاڑتا ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ آدمی آگے بڑھا اور اس نے کیشو کو ایک طمانچہ مارا۔ اس کے مارتے ہی دوسرے لوگوں نے بھی اسے مارنا شروع کیا جن کا مرغا تھا وہ بھی اس کی پٹائی میں جٹ گیا تب تک رمیش، نند کشور اور چندو مجمع سے نکل آئے۔

رمیش کو اس کا باپ لے گیا اور چندو اپنے باپ کے ساتھ چلا گیا۔ نند کشور وہاں سے بھاگا تو املی باغ پہنچا۔ اس کے کپڑے وہیں پر پڑے ہوئے تھے۔ اس نے کپڑے انگوچھے میں باندھے اور مندر میں پہنچا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے اس کی چوری کی خبر مندر میں سادھو مہاراج تک پہنچ چکی تھی وہ مندر کی سیڑھیوں پر غصہ کی حالت میں ٹہل رہے تھے۔ جیسے ہی نند کشور وہاں پہنچا، سادھو مہاراج نے اسے آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا سادھو مہاراج کا ایک بھرپور ہاتھ نند کشور کے گال پر پڑا۔ وہ سیدھا جا کر زمین پر گرا سادھو مہاراج سیڑھیاں اتر کر نیچے

آئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا اور کہا ''نندو میں نے تجھے اشنان کرنے بھیجا تھا یا ان اچکوں کے ساتھ چوری کرنے؟

نند کشور نے روتے ہوئے گڑگڑا کر کہا ''گرو جی، میں سچ کہتا ہوں وہ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ندی کنارے سے میرے کپڑے اٹھا کر لے گئے تھے میں نے کچھ نہیں کھایا۔ گرو جی میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے کچھ نہیں کھایا۔''

سادھو مہاراج نے کہا'' دور ہو جا میری نظروں سے اور خبردار جو کبھی اس مندر کے پاس دکھائی بھی دیا تو......''

نند کشور نے ان کے پیر پکڑ لیے اور کہا'' گرو جی، میں سچ کہتا ہوں میں بے قصور ہوں۔ وہ مجھے زبردستی پکڑ کر لے گئے تھے۔ مجھے معاف کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ اس مندر کے احاطے سے باہر قدم بھی نہیں رکھوں گا۔

سادھو مہاراج نے کہا، ٹھیک ہے میں تجھے آخری موقع دیتا ہوں اگر اب کبھی تو نے کوئی غلط حرکت کی تو یاد رکھ تیری ٹانگیں توڑ کر ندی میں پھینک دوں گا۔''

جی ہاں گرو جی آپ مجھے مار ڈالنا لیکن مجھے معاف کر دو۔''

سادھو مہاراج نے کہا۔ جا اپنی جھونپڑی میں جا اور سب سے پہلے پورے مندر کی صفائی کر۔ اتنا کہہ کر سادھو مہاراج سیڑھیاں چڑھ کر مندر میں چلے گئے نند کشور آنسو پونچھتا ہوا اپنی جھونپڑی میں آیا بالٹی کے پانی سے منہ ہاتھ دھویا اور پھر جھاڑو اٹھا کر مندر کے اطراف کی زمین کی صفائی میں لگ گیا۔

دوسرے دن صبح سویرے وہ سادھو مہاراج کے ساتھ ندی پر اشنان کرنے گیا وہاں سے آنے کے بعد پورے مندر کی صفائی کی اور پھر سادھو مہاراج سے پڑھنے کے

لیے بیٹھ گیا۔ دن بھر مندر میں رہا شام میں جب وہ اپنی جھونپڑی کی طرف جا رہا تھا پیپل کے درخت کی آڑ میں چھپا ہوا چندو دکھائی دیا وہ اسے اشارہ سے اپنی طرف بلا رہا تھا نند کشور نے اسے وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا لیکن اس نے دھیرے سے کہا نندو ایک ضروری بات کہنی ہے ادھر آ۔''

نند کشور نے پہلے مندر کی طرف دیکھا ۔ سادھو مہاراج اسے دکھائی نہیں دیے وہ آگے بڑھا اور اس نے چندو سے کہا'' مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ اور مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرنا۔''

اتنا کہہ کر نند کشور جانے لگا تو چندو درخت کی آڑ سے نکل کر آیا اور نند کشور کے قریب پہنچ کر کہا نندو تجھے معلوم ہوا۔ آج دوپہر میں کیشو نے اس آدمی کو چاقو مار دیا جس کا اس نے مرغا چرایا تھا۔ وہ بری طرح زخمی ہو گیا اسے شہر کے اسپتال لے گئے ہیں۔ اور کیشو کو پولس پکڑ کر لے گئی ہے۔ رمیش کو اس کے پتا (والد) نے اس کے ماموں کے گھر بھجوا دیا ہے۔ وہ شہر میں رہتے ہیں۔''

نند کشور نے چندو سے کہا'' چندو اب تو بھی جا اور اپنی دوکان پر چپ چاپ بیٹھا رہ یہ سب برائی کے کام ہیں ان کا انجام برا ہی ہوتا ہے سادھو مہاراج نے بھی مجھے آخری موقع دیا ہے۔ مجھ سے اب کبھی ملنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ اچھا اب تو جا۔''

چندو وہاں سے چلا گیا اور نند کشور اپنی جھونپڑی میں آ کر سو گیا۔

اب نند کشور کا روزانہ کا معمول بن گیا کہ صبح سادھو مہاراج کے ساتھ ندی پر جاتا۔ وہاں سے آ کر مندر اور اطراف کی صفائی کرتا۔ پوجا پاٹھ ہو جانے کے بعد سادھو

مہاراج سے گیتا، رامائن، مہابھارت اور وید پرانوں کی تعلیم لیتا۔ سادھومہاراج اسے بہت دھیان سے پڑھاتے ایک ایک اشلوک کا ہندی میں ترجمہ کر کے سمجھاتے۔ ان کا مطلب سمجھاتے نند کشور کا ذہن بہت اچھا تھا جلد سیکھ جاتا تھا۔ وہ بہت تیزی سے تعلیم حاصل کرتا چلا جارہا تھا۔

چندو سے اس کی اتفاق سے کبھی ملاقات ہو جاتی تھی لیکن نند کشور اس سے زیادہ باتیں نہ کرتا تھا۔

اسی طرح پانچ سال بیت گئے۔ ان پانچ برسوں میں نند کشور نے تمام مذہبی کتابیں اچھی طرح پڑھ لیں۔ بلکہ ان پر اسے عبور حاصل ہو گیا تھا۔ مذہبی رسومات کی ادائیگی کی مکمل معلومات اسے ہو چکی تھی سادھومہاراج کی عمر بھی زیادہ ہوگئی تھی اس لیے مندر کا اور رسومات کا زیادہ تر کام نند کشور ہی انجام دیا کرتا تھا۔ نند کشور میں اب بردباری، متانت اور وقار پیدا، ہو گیا تھا۔ سادھومہاراج زیادہ تر اپنی کوٹھری میں ہی رہتے جو مندر کے اندر ہی ایک کونے میں بنی ہوئی تھی۔

مندر میں رہتے ہوئے نند کشور کو کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ تھی۔ فصل کی کٹائی پر کسان کافی اناج دے جایا کرتے تھے۔ روزانہ آنے والے پجاری بھی کچھ نہ کچھ لا کر دے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ خوشی اور غمی کے موقعوں پر بھی بہت کچھ مل جایا کرتا تھا۔ نند کشور کی ضرورتیں محدود تھیں، کام محدود تھے لیکن اسے علم حاصل کرنے کا شوق تھا جو بات اس کی سمجھ میں نہ آتی؛ سادھومہاراج سے پوچھ لیا کرتا تھا۔

اس طرح مندر کی ساری ذمہ داریاں نند کشور کے کاندھوں پر آ گئی تھیں۔ اور اس نے مندر کو نہ صرف بڑھا لیا تھا بلکہ اس کی صفائی کا بھی بہت اچھا انتظام کر لیا تھا۔

گاؤں کے کچھ بچے بھی صبح میں اس کے پاس پڑھنے کے لیے آجایا کرتے تھے۔

زندگی اسی طرح گزر رہی تھی کہ ایک روز شام میں اچانک کیشو مندر میں آگیا۔ سادھو مہاراج مندر کے کمرے میں تھے۔ نند کشور برآمدے میں بیٹھا گیتا کا پاٹھ کر رہا تھا۔ جیسے ہی اس کی نظر کیشو پر پڑی وہ اس کی طرف حیرت سے دیکھنے لگا۔ پہلے تو وہ اسے پہچان نہ سکا۔ جب ذرا غور سے دیکھا تو پہچان لیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

کیشو اب وہ پہلے جیسا کیشو نہیں رہ گیا تھا۔ بڑی اور گھنی مونچھیں گردن پر بڑھے ہوئے بال، کسا ہوا مضبوط جسم، جس پر وقت نے تھوڑی کا لک پوت دی تھی۔ آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی چمک، جیسی چیتے کی آنکھوں میں حملہ کرتے وقت ہوتی ہے۔ نند کشور اسے اپنے سامنے دیکھ کر خوفزدہ ہوگیا۔

کیشو نے اس سے کہا، ''کیوں پنڈت کیا حال ہے؟ مندر کا مال کھا کھا کر بہت موٹے ہوگئے ہو۔''

نند کشور نے کہا۔'' بھگوان کی کرپا ہے کیشو بھائی۔ تم کہو اتنے دن کہاں رہے۔''

کیشو نے فرش پر بیٹھتے ہوئے کہا'' ارے ہمارا کیا ہے اس مرغے والے کو چاقو مارا تھا۔ وہ تو سالا بچ گیا لیکن میں پانچ سال کے لیے اندر ہوگیا تھا۔ بس وہی سزا کاٹ کر آرہا ہوں۔'' چندو نے بتایا کہ تو تو مندر سے نکل کر باہر ہی نہیں آتا۔

نند کشور نے کہا'' سادھو مہاراج کی طبیعت خراب رہتی ہے۔ مندر کی تمام ذمہ داریاں مجھ پر آگئی ہیں۔ میں تو یہاں سے اٹھ کر کہیں جا بھی نہیں سکتا۔''

کیشو نے کہا ''پنڈت، ابھی اپنی حالت بھی بہت خراب ہے۔ مندر میں مال تو بہت جمع ہوگا لا کچھ خرچ پانی کو ہمیں بھی دے۔''

نندکشور نے پہلے اس دروازے کی طرف دیکھا جہاں سادھو مہاراج کی کوٹھری تھی۔ پھر دیوی کی مورتی کو دیکھا جس کے گلے میں پڑا ہوا ہیرے کا سنہرہ ہار جگ مگ مگ کر رہا تھا۔ پھر اس نے کیشو سے کہا'' کیشو بھائی یہاں کہاں مال دھرا ہے۔ ہمیں جو کچھ دھرم کرم کے کاموں سے ملتا ہے۔ بس اسی پر گزارہ ہو رہا ہے۔

''ابے پنڈت کے بچے، دیکھ ہمیں الو نہ بنا، کچھ مال دے کر ہم کو چلتا کر، ابھی اپنی حالت بہت خراب ہے۔ جا کر سادھو مہاراج کی کوٹھری میں دیکھ شاید ہمارے لائق کچھ مال رکھا ہوگا۔ جا جلدی جا۔''

نندکشور اندر ہی اندر خوفزدہ تھا۔ پھر بھی اس نے ہمت کر کے کہا کیشو بھائی تمہیں یہاں سے کچھ نہیں ملے گا۔ تم یہاں سے چلے جاؤ اور آئندہ کبھی مندر کے احاطے میں قدم رکھنے کی کوشش نہ کرنا۔''

اچھا پنڈت تو ہمیں یہاں آنے سے روکے گا کیا یہ مندر تیرے باپ کا ہے؟ ابے تیرے باپ کا تو بستی میں کسی کو پتہ بھی نہیں ہے۔ سادھو پتہ نہیں تجھے کہاں سے اٹھا کر لایا تھا اور اب تو مندر کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھ رہا ہے حرام کے پلّے، جا اندر جا کر کچھ مال لے آ، ورنہ جس طرح مرغے کو کاٹ ڈالا تھا تجھے بھی کاٹ ڈالوں گا۔'' اتنا کہہ کر کیشو نے اپنی جیب سے ایک بڑا سا چاقو نکال لیا اور اسے کھول کر نندکشور کے آگے لہرانے لگا۔

نندکشور نے کیشو کے ہاتھ میں چاقو دیکھا تو عاجزی سے کہا کیشو بھیا تم تو

ناراض ہو گئے میں سچ کہتا ہوں مندر میں کچھ بھی نہیں ہے جو میں تمہیں دے سکوں۔''

کیشو نے کہا''اچھا وہ دیوی کی مورتی کے گلے میں پڑا ہوا ہار مجھے دے دے۔''

یہ سن کر نند کشور کانپ اٹھا چلا کر بولا، خبردار، کیشو ایسی بات منہ سے بھی نہ نکالنا، دیوی کے گلے کے ہار پر بری نظر ڈالے گا تو برباد ہو جائے گا چلا جا یہاں سے، تجھے یہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔

''ابے کیسے نہیں ملے گا پنڈت کے بچے مندر کا مال بھگوان کا مال ہوتا ہے اور بھگوان کا مال کوئی بھی بھگت کھا سکتا ہے، لے سکتا ہے اور دیوی کی مورتی کا ہار میں لوں گا۔ دیکھتا ہوں تو کیا کرتا ہے۔ اتنا کہہ کر کیشو نے آگے قدم بڑھائے نند کشور نہایت تیزی سے اٹھا اور کیشو کے سامنے آن کھڑا ہوا اور نہایت سخت لہجے میں کہا میں کہتا ہوں کیشو رک جا اندر قدم نہ رکھنا۔''

کیشو نے ایک ہاتھ نند کشور کے منہ پر مارا نند کشور جا کر مندر کے دروازے سے ٹکرایا اور فرش پر گر پڑا۔ سر سے خون بہنے لگا۔ وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر کیشو کو پکڑنا چاہا لیکن پھر اس نے اسے زور سے دھکیل دیا۔ اس شور کی آواز سن کر سادھو مہاراج کوٹھری سے نکل کر باہر آئے انہوں نے کیشو اور نند کشور کو دیکھا۔ کیشو مورتی کے گلے میں پڑا ہوا ہار نکالنا چاہتا تھا۔ اور نند کشور اسے روک رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ سادھو مہاراج ان دونوں کے قریب پہنچتے کیشو نے نند کشور کے پیٹ پر ایک زوردار لات ماری نند کشور کافی دور جا کر گرا اور اسی لمحہ کیشو نے دیوی کے گلے میں پڑا ہوا ہار نکال لیا لیکن ابھی وہ مڑا بھی نہ تھا کہ سادھو مہاراج نے اپنے دونوں ہاتھوں سے

اس کا ہاتھ پکڑ لیا کیشو نے جھٹکا دے کر ہاتھ چھڑانا چاہا لیکن چھڑا نہ سکا۔ سادھو مہاراج کو دھکا مار کر گرانا چاہا لیکن گرا نہ سکا سادھو مہاراج کے بوڑھے بدن کی قوت دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ جب کسی طرح اس کا ہاتھ سادھو مہاراج کی گرفت سے آزاد نہ ہوا تو اس نے دوسرے ہاتھ سے چاقو نکال لیا اور چاقو کا زوردار وار سادھو مہاراج کے پیٹ پر کیا۔ پورا چاقو دستہ تک سادھو مہاراج کے پیٹ میں پیوست ہو گیا ایک بھیانک چیخ ان کے منہ سے نکلی خون کی دھار سی فرش پر گری اور ان کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی کیشو نے ایک دھکا مار کر انہیں نیچے گرا دیا اور اس سے پہلے کہ نند کشور اسے پکڑ پاتا کیشو ہار لے کر فرار ہو گیا۔

سادھو مہاراج زخم کھا کر فرش پر گرے اور تڑپنے لگے سادھو مہاراج کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر نند کشور سادھو مہاراج کے پاس آیا اور انہیں دیکھنے لگا۔ ان کی حالت بہت بگڑ چکی تھی۔ نند کشور کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔ وہ کبھی سادھو مہاراج کے پاس بیٹھتا تو کبھی مندر کے دروازے پر آ کر دیکھتا۔ لیکن اندھیرا ہونے کی وجہ سے اسے کوئی آدمی دکھائی نہ دیتا پھر سادھو مہاراج کے سرہانے آ کر بیٹھ جاتا۔

سادھو مہاراج کا کمزور جسم چاقو کے شدید زخم کو برداشت نہ کر سکا اور وہ ختم ہو گئے۔ نند کشور نے انہیں بے حس و حرکت دیکھا تو رونے لگا اور چلانے لگا۔ تھوڑا وقت اسی حالت میں گزر گیا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور تیزی سے دوڑتا ہوا گاؤں کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ وہاں جا کر اس نے لوگوں کو کیشو کے ذریعہ سادھو مہاراج کے قتل کیے جانے اور ہار چرانے کی بات بتائی۔ اس خبر کو سنتے ہی لوگ مندر کی طرف دوڑ

پڑے۔ کچھ لوگوں نے پولس چوکی میں بھی اطلاع دے دی۔

تھوڑی ہی دیر میں مندر میں اچھی خاصی بھیڑ اکٹھی ہوگئی۔لوگ نند کشور سے پوچھنے لگے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟

نند کشور نے لوگوں کو بتایا کہ کس طرح کیشو نے اسے مارا پیٹا۔ اور سادھو مہاراج کو چاقو سے مارا۔اور دیوی کے گلے میں پڑا ہوا ہار لے کر فرار ہوگیا۔''

تھوڑی دیر میں ایک سب انسپکٹر دو سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس نے لاش کا پنچ نامہ کیا۔ اور نند کشور کا پورا بیان قلمبند کیا۔ کیشو کے ساتھ ہاتھا پائی میں نند کشور کو بھی کئی جگہ چوٹیں آئی تھیں۔ لاش کو شہر پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دیا گیا اور کیشو کی تلاش میں سپاہیوں کو دوڑایا گیا لیکن وہ نہیں ملا۔ان تمام کاموں کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

دوسرے دن سادھو مہاراج کی لاش مل گئی۔ گاؤں کے تمام لوگوں نے مل کر ان کا انتم سنسکار کر دیا۔

اب نند کشور مندر میں اکیلا رہ گیا۔ تنہائی میں بیٹھ کر وہ یہی سوچا کرتا تھا کہ اسی کی وجہ سے سادھو مہاراج کا قتل ہوا۔ نہ وہ بری صحبت میں پڑ کر ان سے دوستی کرتا نہ کیشو مندر میں آتا اور نہ ہی سادھو مہاراج کا قتل ہوتا۔ یہ باتیں سوچ کر وہ رونے لگتا۔ اور گھنٹوں بیٹھ کر روتا رہتا۔

دو تین دنوں تک تلاش کے بعد جب کیشو نہیں ملا تو پولس کے دو سپاہی پھر نند کشور کے پاس آئے اور اپنے ساتھ اسے پولس چوکی لے گئے۔ اس کیس کی مزید تحقیقات کے لیے شہر سے ایک انسپکٹر آیا تھا گاؤں کے اور بھی بہت سے لوگ پولس

چوکی میں موجود تھے نند کشور سے پھر سادھو مہاراج کے قتل کی بابت سوالات کیے گئے۔ نند کشور نے تمام باتیں سچ سچ بتا دیں۔ نند کشور سے انسپکٹر نے پوچھا۔ کیا کیشو تمہارا دوست تھا۔!

جی نہیں صاحب! دوست نہیں تھا بس یوں ہی جان پہچان ہو گئی تھی، اتفاق سے وہاں موجود لوگوں میں وہ شخص بھی تھا جس کا مرغا کیشو نے چرایا تھا۔ اور بعد میں چاقو سے اس پر حملہ بھی کیا تھا۔ اس نے کہا صاحب یہ کیشو کے ساتھ رہتا تھا اس کے ساتھ مل کر چوری کا مال کھاتے ہوئے میں نے خود دیکھا ہے۔''

نند کشور نے کہا میں ان کے ساتھ تھا ضرور لیکن میں نے کچھ کھایا نہیں اور وہ مجھے زبردستی اپنے ساتھ اٹھا کر لے گئے تھے۔''

انسپکٹر نے کہا زبردستی کیسے؟ کیا وہ تمہیں گود میں اٹھا کر لے گئے تھے۔ نند کشور نے کہا صاحب میں ندی میں نہا رہا تھا۔ انہوں نے میرے تمام کپڑے اٹھا لیے۔ میں کپڑے لینے ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم ندی سے پانی لا دو ہم تمہیں تمہارے کپڑے واپس کر دیں گے۔ میں ندی سے پانی لے کر آیا بس اسی وقت یہ اور اس کے ساتھی لاٹھیاں لے لے کر وہاں پہنچ گئے تھے۔

انسپکٹر نے مرغے والے سے پوچھا، کیا یہ صحیح کہہ رہا ہے؟

مرغے والے نے کہا۔ جی ہاں صاحب جب ہم وہاں پہنچے تو اس کے کپڑے زمین پر پڑے ہوئے تھے اور یہ پانی لے کر آیا تھا۔

اچھا ٹھیک ہے پنڈت نند کشور جی اب یہ بتاؤ کہ سادھو مہاراج کے قتل کے بعد کیشو تم سے ملا تھا یا نہیں۔ یا تم نے اسے کہیں دیکھا۔''

نندکشور نے کہا صاحب میں تو مندر سے کہیں جاتا ہی نہیں، کیشو نہ تو مجھ سے ملا ہے اور نہ ہی میں نے اسے کہیں دیکھا ہے۔

اچھا یہ بتاؤ بستی میں کیشو کا سب سے گہرا دوست کون سا تھا؟

نندکشور نے کہا گوپال بنئے کا بیٹا رمیش اور گنگو نائی کا لڑکا چندیشور اس کے گہرے دوست تھے۔"

کیا یہ دونوں تم سے آ کر ملتے ہیں؟"

جی نہیں صاحب! رمیش تو گاؤں چھوڑ کر شہر چلا گیا ہے۔ چندو ایک بار مجھ سے مندر میں آ کر ملا تھا لیکن میں نے اسے وہاں آنے سے منع کر دیا تھا۔ تب سے وہ مجھ سے ملنے کبھی نہیں آیا۔ ہاں تہواروں کے موقعوں پر اس سے کبھی کبھی ملاقات ہو جاتی ہے۔ لیکن ہماری کوئی بات چیت نہیں ہوتی۔"

اچھا تم یہ بتا سکتے ہو کہ کیشو کہاں گیا ہوگا؟

صاحب میں اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔

اس کے بعد نندکشور کو جانے کی اجازت دیدی گئی پولس کیشو کو تلاش کرتی رہی لیکن وہ نہ ملا۔

سادھو مہاراج کے قتل کے بعد نندکشور کا دل دنیا داری سے بالکل بیزار ہو گیا۔ مندر میں بھی دھرم کرم کے کاموں میں اس کا من نہیں لگتا تھا۔ اس کا دل چاہتا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں چلا جائے۔

کسی طرح اس نے چند دن گزارے ایک رات سویا تو اسے سپنے میں سادھو مہاراج نظر آئے جو اپنی موت کا ذمہ دار اسے ہی ٹھہرا رہے تھے یہ خوفناک خواب دیکھ

کر وہ جاگ اٹھا ابھی صبح ہونے میں کافی دیر تھی اسی وقت اس نے مندر اور بستی کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کرلیا۔ اس نے ایک تھیلے میں وہ تمام کتابیں لے لیں جو سادھو مہاراج نے اسے پڑھائی تھیں کچھ برتن اپنے ساتھ لیے اور وہاں سے پہاڑی کی طرف روانہ ہوگیا چلتا رہا چلتا رہا، مسلسل چلتا رہا، جب اندھیرا گہرا ہوگیا تو ایک جگہ پڑ کر سو رہا، صبح اٹھا اور پھر چلنا شروع کیا۔

اسی طرح مسلسل چلتے ہوئے پانچویں دن وہ پہاڑ پر کافی بلندی پر پہنچ گیا۔ پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹا سا میدان تھا۔ وہاں وہ اطمینان سے بیٹھ گیا وہیں پہاڑ ہی میں غار سا بنا ہوا تھا۔ اس نے اندر جا کر دیکھا کافی کشادہ تھا ایک طرف اپنا سامان رکھ دیا۔ پھر باہر نکل کر آیا۔ یہ پورا میدان چٹانوں سے گھرا ہوا تھا۔ میدان میں جگہ جگہ پودے اور جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور درخت بھی لگے ہوئے تھے سامنے ہی پہاڑ کی برف سے ڈھکی ہوئی سفید سفید چوٹیاں نظر آرہی تھیں ۔ٹھنڈی ہوا کے جھونکے متواتر چلتے رہتے۔ اسی گپھا کے پاس پانی کا ایک چشمہ تھا۔ جس سے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی نکل رہا تھا۔ نند کشور کو وہ جگہ امن وسکون کا گہوارہ معلوم ہوئی اور اس نے وہیں قیام کرنے کا فیصلہ کرلیا تاکہ تنہائی میں بیٹھ کر وہ اپنے گناہوں پر توبہ کر سکے۔ دھیان گیان میں من لگا سکے۔

اس جگہ پہنچ کر اس کی دنیا ہی بدل گئی۔ صبح سویرے اٹھ کر جھرنے کے ٹھنڈے اور صاف پانی سے نہاتا اور پھر کتابیں کھول کر پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتا۔ انہیں پڑھتا رہتا۔ اپنے گناہوں کی ایشور سے معافی مانگتا رہتا۔ درختوں اور پودوں سے جو کچھ مل جاتا اسے کھا کر اپنی بھوک مٹاتا۔ وہاں سے نہ اسے کوئی بستی نظر

آتی تھی نہ ہی کوئی آدمی وہ اتنی بلندی پر پہنچ گیا تھا کہ وہاں کسی انسان کا پہنچنا مشکل تھا۔

دھیان گیان سے تھک جاتا تو غار کے سامنے ایک چٹان پر بیٹھ جاتا اور اونچے اونچے پہاڑوں کو غور سے دیکھا کرتا تھا۔ پہاڑ کی برف پوش چوٹیاں اسے بڑی دلکش نظر آتیں۔ اس کا جی چاہتا کہ وہ کسی طرح وہاں پہنچ جائے۔ وہاں دوڑے بھاگے وہاں کی ہوا میں سانس لے۔

آس پاس کے پودوں کی لکڑیوں سے اس نے اپنے استعمال کے لیے کچھ چیزیں بھی بنالی تھیں۔ اسے کسی بات کی کمی محسوس نہ ہوتی تھی سادھو مہاراج کی موت کا غم اس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ ان کی موت کا پاپ اس نے اپنی گردن پر لے لیا تھا۔ اور اس ویرانے میں بیٹھ کر وہ اس گناہ عظیم کا پرائشچیت کرنا چاہتا تھا۔

اس طرح اسے اس مقام پر رہتے رہتے تین سال گزر گئے۔ ان تین برسوں میں اس کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ان تین سالوں میں اس نے کسی انسان کی صورت تک نہ دیکھی۔ انتہائی رغبت اور دلجمعی کے ساتھ وہ عبادت کرتا رہتا تھا۔

ایک صبح جب وہ اپنی عبادت میں گم تھا اچانک بھگوان اس کے سامنے ظاہر ہوئے۔ بھگوان کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ ڈر گیا۔ خوف سے کانپنے لگا پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور بھگوان کے چرنوں میں گر پڑا اور کہا۔ ہے ایشور جانے انجانے میں مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کردو۔

بھگوان نے اسے اٹھایا اور کہا۔ نند کشور ہم تیری عبادت سے بہت خوش ہوئے تو دنیا کی تمام لذتوں کو چھوڑ کر یہاں اپنے گناہوں پر توبہ کرنے آبیٹھا جب کہ تو گناہ گار بھی نہیں تھا۔ ہمیں تیری یہ ادا بہت پسند آئی ہم تجھ سے خوش ہوئے ہم نے

تیرے پچھلے تمام گناہ معاف کیے اور تیری تپسیا سے خوش ہو کر ہم تجھے کوئی ایک وردان دینا چاہتے ہیں۔ مانگ کیا مانگتا ہے؟''

نند کشور تو حیرت سے بھگوان کی طرف دیکھنے لگا اور سوچ میں گم ہو گیا۔ بھگوان نے کہا نند کشور چنتا نہ کر ہم تجھے وردان دیں گے۔ مانگ لے جو مانگنا ہے۔''

اب نند کشور سوچنے لگا کہ وہ مانگے تو کیا مانگے۔ اس ویران جگہ پر بیٹھ کر وہ اکثر سوچا کرتا کہ اس کے پر ہوتے تو وہ اڑ کر سفید سفید چوٹیوں پر پہنچ جاتا۔ دور جنگلوں میں جاتا اور پھولوں کی خوشبو سمیٹ لے آتا۔ اس بات کے ذہن میں آتے ہی نند کشور نے کہا'' ہے ایشور'' اگر آپ نے مجھے وردان دینے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو مجھے ایسی طاقت عطا کرو کہ میں اپنی مرضی سے جو روپ دھارن کرنا چاہوں دھارن کر سکوں جس شکل کو اپنانا چاہوں اپنا سکوں اور جس چیز سے چاہوں وہ بے جان ہوں یا جاندار ان سے بات کر سکوں۔

بھگوان نے اس کی خواہش سنی اور مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور اس کے سر پر اپنا وشنو چکر رکھ دیا اور کہا، نند کشور آج ہم تجھے ایسی شکتی عطا کرتے ہیں کہ تو جس روپ کو چاہے گا اپنی مرضی سے اپنا لے گا لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ اگر تو نے اس طاقت کے ذریعہ اپنے کسی دشمن سے بدلہ لینے کی کوشش کی تو تیری یہ طاقت صرف پانچ منٹ بعد ختم ہو جائے گی۔ اتنا کہہ کر بھگوان نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور غائب ہو گئے۔

نند کشور حیران و پریشان جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہا۔ کافی دیر تک وہ اسی کیفیت میں کھڑا رہا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے کوئی خواب دیکھا ہو لیکن پھر اس نے اپنے حالت پر غور کیا تو اسے یقین ہو گیا کہ اس نے کوئی خواب نہیں

دیکھا ہے۔ بلکہ حقیقت میں بھگوان اس کے سامنے ظاہر ہوئے تھے اور اسے وردان دے کر گئے ہیں۔

اس بات کا یقین ہوتے ہی اس نے اپنے من میں دھیان کیا۔ اور من ہی من میں کہا'' ہے پربھو مجھے ہوا بنا دو، اس کا اتنا کہنا تھا کہ اچانک اس کا جسم تحلیل ہونے لگا۔ اس میں تبدیلی آنی شروع ہوئی اس کا جسم بالکل ہلکا ہوگیا اور وہ ہوا میں تبدیل ہوگیا۔ اب وہ ہوا بن کر ہوا کے ساتھ اڑ رہا تھا۔ ہوا کبھی اسے ایک سمت لے جاتی تو کبھی دوسری سمت، کبھی وہ نیچے کی طرف آتا تو کبھی بلندی کی طرف جاتا۔ اسے بڑا مزہ آرہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا وہ جھولے میں جھول رہا ہے۔

ہوا کے ساتھ اڑتا اڑتا وہ بلندی پر پہنچ گیا۔ جیسے جیسے وہ بلند ہوتا جاتا تھا۔ سردی بڑھتی جاتی تھی۔ جیسے جیسے وہ بلند ہوتا جاتا تھا اس کا بدن اور ہلکا ہوتا جاتا تھا۔ بالآخر وہ پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی پر پہنچ گیا جہاں چاروں طرف برف ہی برف بکھری ہوئی تھی۔ سورج کی روشنی میں برف چمک رہی تھی۔ بہت ہی خوبصورت اور دل فریب منظر تھا۔ اس جگہ پہنچ کر اس نے انسانی شکل اختیار کی۔ اب وہ برف کے تودوں پر کھڑا ہوا تھا۔ نیچے دور دور تک سبزا بکھرا ہوا تھا۔ ہریالی اس جگہ سے بے حد خوب صورت لگ رہی تھی۔ اس جگہ اسے بہت سردی محسوس ہوئی۔ اس کا جسم سردی سے کانپنے لگا اور سانس لینے میں بھی بہت تکلیف ہوئی۔ چند منٹ میں ہی اس کا دم گھٹنے لگا پھر اس نے ہوا کی شکل اختیار کی اور ہوا کے ساتھ ایک سمت کو چل پڑا۔

ہوا کے ساتھ اڑتا ہوا وہ کافی دور نکل آیا۔ چاروں طرف درخت تھے، پودے تھے، جھاڑیاں تھیں گھاس تھی، کہیں ندی گنگناتی ہوئی بہہ رہی تھی تو کہیں

شور مچاتے ہوئے نالے بہہ رہے تھے۔ کہیں پانی کے گڑھے تھے تو کہیں تالاب تھے اور ان کے اطراف پودوں اور درختوں کی قطار در قطار لگی ہوئی تھی ۔ بڑا ہی پر لطف اور دل کش منظر تھا۔ ان تمام مناظر کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ کافی دیر تک اسی طرح ہوا کے ساتھ اڑتا رہا اور آگے بڑھتا رہا۔ کافی دور نکل جانے کے بعد اسے دور سے بڑے بڑے مکانات نظر آنے لگے۔ اونچی اونچی عمارت دکھائی دینے لگیں۔ قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ زمین پر پکی اور مضبوط سڑکیں بنی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے شیڈ پڑے ہوئے تھے۔ ملیں اور فیکٹریاں تھیں جن کی چمنیوں سے غلیظ اور کثیف دھواں اٹھ رہا تھا۔ یہاں پہنچ کر اسے بڑی تکلیف ہوئی پہاڑ کے دامن کی ہوا میں جو تازگی تھی اب اس کا نام ونشان نہ تھا۔ ہوا میں ملوں سے نکلنے والا دھواں شامل ہو گیا۔ جگہ جگہ سڑی گلی چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ جن سے عجیب طرح کی بدبو اٹھ رہی تھی اور ہوا کو گندہ بنا رہی تھی اسے عجیب طرح کی حبس کا احساس ہوا۔ اس نے وہاں موجود ہوا سے پوچھا ہوا بہن، یہاں کا تو ماحول ہی بگڑا ہوا ہے۔ کیسی گندگی ہے، کیسی بدبو پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں تو دومنٹ رکنا دشوار ہو رہا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

ہوا نے کہا، یہ سب انسانوں کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ہے اس طرح وہ خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ وہ دیکھ رہے ہو ملوں سے اٹھنے والا دھواں اس کے اندر اتنی کثافتیں اور کاربن کے ذرات ہوتے ہیں۔ کہ آدمی بڑی مشکل سے سانس لے پاتا ہے۔ اس میں موجود کاربن کے ذرات کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائڈ کی زہریلی گیس جب سانس کے ذریعے پھیپھڑے میں داخل ہوتی ہے۔ تو پورے جسم کو کمزور بنا دیتی ہے۔ اب یہ دیکھو کچرا گھر ہے اس میں ہزاروں

طرح کی بیماریوں کے جراثیم کلبلا رہے ہیں جو ہمارے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں اور پھر سانس کے ذریعہ سے انسانوں کے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ انہیں بیمار کر دیتے ہیں۔

نند کشور نے یہ منظر دیکھا تو اس سے وہاں کھڑا نہ رہا گیا۔ وہاں سے آگے بڑھا تو اسے پانی کا ایک گڑھا نظر آیا اس میں لوگ کچرا، کوڑا اور کرکٹ پھینک رہے تھے ہوا نے نند کشور سے کہا "اب ان بے وقوف لوگوں کو دیکھو، پانی کے گڑھے میں کوڑا کرکٹ ڈال رہے ہیں بہت سے لوگ اسی پانی سے کپڑے دھوتے ہیں۔ ہاتھ منہ دھوتے ہیں۔ بچے اس میں نہاتے ہیں۔ اس طرح اس گڑھے میں پیدا ہونے والی بیماریوں کے جراثیم کا پھیلاؤ ہوتا ہے۔ اسی سے وبائی بیماریاں پھیلتی ہیں اور بستی کی بستی بیمار ہو جاتی ہے۔

یہ بات سن کر نند کشور کانپ اٹھا اس کا رواں رواں ہوا کی شکل میں لرزنے لگا وہ تیزی سے اس جگہ سے آگے بڑھا اور بڑھتا ہی چلا گیا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا جاتا تھا ہوا میں گرمی اور گندگی بڑھتی جاتی تھی۔ اونچی اونچی عمارتوں کی وجہ سے اسے آگے بڑھنے میں کافی تکلیف ہو رہی تھی ہوا کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھتے بڑھتے وہ ایک بڑی عمارت کے چھوٹے سے کمرے میں داخل ہو گیا اس کمرے میں اسے پانچ بچے، دو جوان عورتیں ایک مرد اور ایک بوڑھی عورت دکھائی دی۔ اسی کمرے میں ان سب کا سامان بھرا ہوا تھا۔ آنے جانے کے لیے بس ایک دروازہ تھا۔ اور سامنے ایک کھڑکی تھی جس سے نہ تو پوری طرح روشنی اندر آ رہی تھی اور نہ ہی ہوا ٹھیک سے اندر آ پاتی تھی۔ اس اندھیرے اور حبس زدہ کمرے میں اس کا دم گھٹنے لگا اسے باہر نکلنے کا کوئی

راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ کھڑکی اور دروازے پر موجود ہوا کی وجہ سے اسے باہر نکلنا مشکل ہو رہا تھا اسی حالت میں اس نے کمرے میں موجود لوگوں کے پژمردہ اور مرجھائے ہوئے زرد چہروں کو دیکھا۔ ان کی سانسوں سے خارج ہونے والی گندی ہوا دھیرے دھیرے کمرے میں بڑھتی جارہی تھی۔ اسی وقت ہوا کا ایک تیز جھونکا کمرے میں داخل ہوا اور نند کشور کھڑکی کے راستے باہر نکل آیا۔ اس تھوڑے سے وقفہ میں اس کا نرم و ملائم جسم پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اس نے سوچا کہ جب تھوڑی دیر میں ہی اس کی یہ حالت ہوگئی تو جو اس کمرے میں مستقل رہتے ہیں ان کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ باہر آکر وہ لمبی لمبی سانس لینے لگا۔ اس کے ساتھ چلنے والی ہوا نے کہا'' دیکھا تم نے تمہاری نسل کے لوگوں نے ہماری کیسی درگت بنا کر رکھ دی ہے۔ ایک تو صاف ہوائیں شہروں میں داخل ہونے نہیں پاتیں اگر داخل بھی ہوگئیں تو تھوڑی ہی دیر میں ان کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ اس پر یہ چھوٹے چھوٹے کمرے اور اس میں ٹھسا ٹھس بھرے ہوئے لوگ، اسی میں چولھا جل رہا ہے، سگریٹیں پی جارہی ہیں۔ اور گرد وغبار اڑایا جارہا ہے۔ غرض یہ کہ ایسی ہوا میں آکسیجن جو ان کے جینے کے لیے ضروری ہے بالکل نہیں بچ پاتی بس کاربن ڈائی آکسائیڈ اور نائٹروجن ہی باقی رہتی ہے۔ ایسے ماحول میں بچوں کی نشوونما رک جاتی ہے صحت مند آدمی بھی بیماری سے بچ نہیں پاتا جسم کھوکھلا ہو کر رہ جاتا ہے۔ عورتوں کو ٹی بی کینسر اور نہ جانے کون کون سے مرض ہو جاتے ہیں۔ قدرت کی بنائی ہوئی اس خوب صورت اور کشادہ زمین کو انسان نے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اگر اسی رفتار سے آبادیاں بڑھتی رہیں، شہر بنتے رہے اور جنگل کٹتے رہے تو وہ دن دور نہیں جب زمین پر کسی صحت مند آدمی کا

ملنا مشکل ہو جائے گا۔

تھوڑا رک کر پھر اس ہوا نے کہا اس ملک میں ہم آنے کو تو آجاتے ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر میں ہماری حالت خراب ہو جاتی ہے نہ جانے کب یہاں کے لوگوں کو سمجھ آئے گی۔

ہوا کی یہ باتیں سن کر نند کشور کو بھی احساس ہوا کہ انسانوں کی بے تحاشہ کی بڑھتی ہوئی آبادی اور مکانوں کے بے ترتیب تعمیر نے دنیا کے ماحولی نظام کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس نے سوچا کہ اپنی قوم کو، اپنے لوگوں کو اس ہیبت ناک خطرے سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ ہوا کے ساتھ اڑتے اڑتے وہ سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ سمندر کے کنارے ریت پر انسانوں کا ایک سمندر پھیلا ہوا تھا۔ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، جدھر دیکھو آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے کھوے سے کھوا چھل رہا تھا تل دھرنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ ایک پر ایک گرتے ہوئے آدمی، ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے آدمی، پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہوئی عورتیں، سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے بچے، مختلف لباس والے آدمی، مختلف وردیوں والے آدمی، حد نگاہ تک آدمی ہی آدمی تھے۔ نند کشور کو ایسا لگا جیسے بارش کے دنوں میں کالی زمین پر گھاس اگ آتی ہے اسی طرح ریت پر یہ لوگ اگ آئے ہیں۔ لہراتے اور مچلتے ہوئے لوگ نند کشور نے اپنی زندگی میں اتنے سارے لوگ ایک ساتھ کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ بہت حیران ہوا۔ اس نے اپنے ساتھ اڑتی ہوئی ہوا سے پوچھا۔ یہ اتنے سارے لوگ یہاں کیوں جمع ہیں۔؟

ہوا نے کہا، یہاں پر ملک کے بہت بڑے نیتا آ کر تقریر کرنے والے ہیں
ان کی تقریر سننے کے لیے لوگ یہاں جمع ہیں۔"

نند کشور نے سوچا کہ اگر اس موقع پر میں اپنے ملک کو آنے والے خطرے
سے آگاہ کر سکوں تو بڑا اچھا ہوگا یہ سوچ کر وہ زمین پر آیا اور اس نے ایک نیتا کی شکل
اختیار کر لی اور اسٹیج کی طرف بڑھنے لگا۔

اس نئے نیتا کو دیکھ کر لوگ بہت حیران ہوئے پھر مجمع اس کی جے جے کار
کے نعرے لگانے لگا۔

نند کشور نے جو روپ اختیار کیا تھا وہ بہت ہی بارعب اور پروقار تھا مجمع میں
سے گزرتے ہوئے جب وہ اسٹیج کی طرف جا رہا تھا تو جو اسے دیکھتا بس دیکھتا ہی رہ
جاتا۔ من ہی من میں اس کی شخصیت کی تعریف کرنے لگتا۔

نند کشور دھیرے دھیرے چلتا ہوا اسٹیج پر پہنچ گیا۔ وہاں پر بہت سے کھدر
پوش موٹے تازے نیتا پہلے سے ہی موجود تھے۔ پہلے تو وہ اسے تعجب سے دیکھتے رہے
پھر اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر نیتا جی زندہ باد کے نعرے لگانے لگے اور پورا ساحل
ان نعروں کی آواز سے گونج اٹھا۔

نند کشور مائک کے پاس آیا اور ہاتھ کے اشارے سے سب کو خاموش کیا
جب پورے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا تو اس نے اپنی آواز کو بھاری بنا کر اور ایک ایک
لفظ پر زور دے کر کہنا شروع کیا۔ بھائیوں اور بہنوں مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی
ہے کہ ہمارے محبوب رہنما کی تقریر سننے کے لیے یہاں اتنی کثیر تعداد میں لوگ موجود
ہیں۔ میں بہت دور کا سفر کر کے تمہارے پاس آیا ہوں۔ آج میں تمہیں ایک ایسے

خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو تمہاری آنے والی نسلوں کو بالکل کھوکھلا اور بے جان بنا کر رکھ دے گا۔ یہ خطرہ جنگ عظیم کے خطرے سے زیادہ بڑا ہے اگر اس سے تم آگاہ نہ ہوئے اور اس خطرے کو روکنے کے لیے ضروری کارروائی نہ کی گئی تو یاد رکھو کہ آنے والی نسلوں کے انسانوں کی زندگی بلوں میں رہنے والے چوہوں سے زیادہ بدتر اور خراب ہو جائے گی، گندے پانی کے نالوں میں رینگنے والے کیڑوں جیسی مکروہ زندگی ہو جائے گی۔ تم لوگ جو آج اجلے اجلے لباس پہن کر یہاں موجود ہو اپنی تہذیب پر بہت اترا رہے ہو، اپنی بستیوں پر بہت ناز کر رہے ہو، تو یاد رکھو کہ یہی تہذیب اور یہی بستیاں تمہیں ایک دن زندہ در گور کر دیں گی۔ یہ اونچی اونچی فلک بوس عمارتیں اور ان عمارتوں میں بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے کمرے، اور ان چھوٹے چھوٹے کمروں میں ضرورت سے زیادہ رہنے والے لوگ، یہ سب مل کر اس ماحول کو گندہ کر رہے ہیں۔ بگاڑ رہے ہیں۔ اور برباد کر رہے ہیں۔ یہ خوبصورت فضا اور یہ دل کش ماحول جسے قدرت نے تمام جانداروں کے لیے مختلف عناصر کے ایک خاص تناسب سے بنایا ہے۔ ہم اپنی غلطیوں کی وجہ سے اسے بگاڑ رہے ہیں اسے برباد کر رہے ہیں۔ ایک جگہ اتنے بے شمار لوگوں کی بھیڑ ہزاروں طرح کی بیماریوں کو جنم دے سکتی ہے۔ یہ ماحول لاکھوں جراثیم پیدا کر رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ تمہاری بستیوں کے اسپتال مریضوں سے بھرے رہتے ہیں۔ ہوا کی گندگی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ لاکھوں انسانوں کی چھوڑی ہوئی گندی ہوا، غلاظتوں کی وجہ سے بڑھتی ہوئی کثافت، ایندھنوں کے جلنے کی وجہ سے کم ہوتی ہوئی آکسیجن کی مقدار سڑکوں پر پڑی ہوئی ہزاروں ٹن سڑتی اور گلتی ہوئی سبزیاں اور کچرے یہ سب مل کر اس ہوائی کرہ

کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ یہ پورا ماحول، یہ پوری فضائی کرہ گندے پانی کے گڑھے کی طرح بنتا جا رہا ہے۔ جس طرح گندے پانی میں مچھلیاں زندہ نہیں رہ سکتیں اسی طرح اس گندے ماحول میں تم بھی زندہ نہیں رہ سکتے ہو اس لیے میرا مشورہ ہے کہ گرا دو ان فلک بوس عمارتوں کو، اور توڑ دو ان اونچے اونچے ڈبے نما مکانوں کو، جو قدرت کی بنائی ہوئی اس خوبصورت زمین کو جہنم میں تبدیل کرتے جا رہے ہیں۔ آگے بڑھو اور ہلا دو ان کی بنیادوں کو۔

جیسے ہی اس نے یہ کلمات کہے لوگ آگے بڑھے لوگوں نے اپنے ہاتھوں میں پتھر اٹھا لیے۔ سامنے کے ایک آدمی نے اپنے ہاتھ کا پتھر اٹھا کر اس کی طرف پھینک دیا اور چلا کر کہا۔ مارو اسے، یہ دہشت گرد معلوم ہوتا ہے۔ بس اس کا اتنا کہنا تھا کہ بہت سے پتھر آ آ کر اسٹیج پر گرے نند کشور نے یہ منظر دیکھا تو اس نے جلدی سے اپنی شکل تبدیل کی اور ہوا کے ساتھ مل گیا۔

لوگ حیران ہو کر اسے ادھر ادھر ڈھونڈنے لگے۔ کوئی اسے اسٹیج پر دیکھ رہا تھا تو کوئی اسٹیج کے پیچھے غرض یہ کہ لوگ چاروں طرف تلاش کر رہے تھے۔ اور پریشان ہو رہے تھے کہ آخر وہ کہاں غائب ہو گیا۔

نند کشور ہوا کے ساتھ ساتھ اڑتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ چلنے والی ہوا نے اس سے کہا ''دیکھ لیا تمہاری نصیحتوں کا انجام یہاں پر جو بھی حقیقت کا اظہار کرتا ہے اس پر پتھر پھینکے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو خوبصورت لچھے دار تقریروں پر اور دل کش وعدوں پر زندہ رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔ اس قوم کا سدھرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔''

نندکشور نے ہوا کو کوئی جواب نہیں دیا اور دل ہی دل میں شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر یہ نہی سمجھیں گے تو پوری دنیا کو ایک دہکتی ہوئی چتا بنا دیں گے۔ اس کا دل اچاٹ ہو گیا اب وہ اس کے قریب بھی نہیں رہنا چاہتا تھا۔ وہ اوپر اٹھا اور اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا یہاں تک کہ بادلوں کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے بھی بادل کی شکل اختیار کر لی اور بادلوں میں شامل ہو گیا۔ جب وہ بادل بن گیا تو اس کے ساتھ کے بادل نے کہا، ''ارے بھیا تم یہاں کہاں چلے آئے ہم تو خود تمہارے جیسے انسانوں کے ستائے ہوئے ہیں۔ اور اس بلندی پر اطمینان وسکون سے زندگی گزار رہے ہیں۔''

نندکشور نے کہا۔ ''بھائی میں بھی انہیں کا ستایا ہوا ہوں اسی لیے اس دور دراز جگہ پر آیا ہوں تا کہ مجھے بھی اطمینان وسکون نصیب ہو سکے۔''

بہت دنوں تک وہ بادلوں کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا۔ ان کے ساتھ رہنے میں اسے بڑا لطف آیا۔ یہاں نہ ہوا کی گندگی تھی اور نہ ہی غلاظت سے اٹھتے ہوئے جراثیم۔

ایک دن بادلوں کے ساتھ اڑتے اڑتے وہ اچانک ایک بہت ہی سرد علاقے میں پہنچ گیا اور اس کی ٹھنڈک کی وجہ سے اس کے ساتھ کے بادل پانی بن کر زمین پر برسنے لگے۔ اس نے بھی پانی کی شکل اختیار کر لی اور پانی کے قطروں کے ساتھ نیچے زمین پر آ گیا۔ یہ اس کی زندگی کا ایک نیا تجربہ تھا نندکشور پانی کے قطروں کے ساتھ ایک میدان میں گرا۔ میدان سے بہتا ہوا آگے بڑھا جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا جاتا تھا۔ پانی کی مقدار بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ بہتے ہوئے پانی نے نالے کی

شکل اختیار کر لی۔ نند کشور اس برساتی نالے کے ساتھ بہنے لگا۔ وہ نالہ ایک دوسرے نالے میں شامل ہو گیا۔ جو ایک گندی بستی کے قریب سے گزرتا تھا اس کے راستے میں ہزاروں طرح کی غلاظتیں بکھری ہوئی تھیں۔ تعفن سے اس کی ناک پھٹی جا رہی تھی وہ نہایت تیزی سے پانی کے ساتھ آگے بڑھنے لگا جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا تھا بستی گھنی ہوتی جاتی تھی اور جیسے گھنی بستی آتی تھی ہزاروں طرح کی غلاظتیں پانی میں شامل ہو جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ اس غلاظت سے اس کا دم گھٹنے لگا۔ بالآخر نالے نے بڑی شکل اختیار کر لی اور نالا ندی میں شامل ہو گیا۔

نند کشور نالے کے غلیظ پانی سے ہٹ کر ندی کے صاف پانی میں بہنے لگا۔ اس غلاظت سے نکل کر جب ندی کے صاف پانی میں آیا تو اسے بڑا مزہ آیا ابھی اس نے زیادہ سفر طے نہ کیا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ندی کے پانی میں ایک فیکٹری کا چھوڑا ہوا تیزابی پانی بھی شامل ہو رہا تھا۔ جیسے ہی نند کشور اس تیزابی پانی کے قریب آیا اس کے بدن میں سوزش ہونے لگی۔ وہ اگر جلدی نہ آگے بڑھ گیا ہوتا تو اس کا پورا بدن چھلنی ہو گیا ہوتا تیزابی پانی سے ذرا ہٹ کر وہ رک گیا اور دور کھڑے رہ کر فیکٹری سے نکلنے والے تیزابی پانی کو دیکھنے لگا جو تیزی سے ندی میں شامل ہو رہا تھا اور اس تیزابی پانی میں اگر کوئی مچھلی یا آبی جاندار آ جاتا تھا، تو تڑپنے لگتا تھا اور تھوڑی دیر میں ہی مر جاتا تھا۔ نند کشور اس دہشت ناک منظر کو دیکھ کر کانپنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں مچھلیاں اس تیزابی پانی کی وجہ سے مر گئیں۔

نند کشور وہاں سے آگے بڑھا۔ اس نے اسی وقت ایک بڑی چٹان کی شکل اختیار کر لی اور جس جگہ نالے سے تیزابی پانی آ کر ندی کو گندہ کر رہا تھا اس نالے کے

منہ پر اس طرح بیٹھ گیا کہ اس تیزابی پانی کا نکلنا بالکل بند ہو گیا۔ فیکٹری کے اندر تیزابی پانی بڑھنے لگا۔ یہ دیکھ کر فیکٹری کے لوگ بہت حیران ہوئے۔ وہ ایک بڑا بانس لے کر آئے اور اس کی مدد سے پتھر کو ہٹانے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن پتھر بہت وزنی تھا اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ ادھر پانی دھیرے دھیرے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ جب بانس سے پتھر نہیں ہٹا تو وہ ایک لوہے کا بڑا پائپ لے آئے اور اس کی مدد سے پتھر کو ہٹانے کی کوشش کرنے لگے لیکن ان سب کی اجتماعی کوشش سے بھی پتھر اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ یہ دیکھ کر تمام ملازمین پریشان ہو گئے۔ اس بات کی اطلاع فیکٹری کے منیجر کو دی گئی اس نے پتھر کو دیکھا تو پوچھا کہ آخر یہ پتھر یہاں آیا کیسے؟

تمام ملازمین نے اپنی لاعلمی کا ظہار کیا۔ منیجر کے سامنے پھر سے پتھر کو ہٹانے کی کوشش کی گئی لیکن پتھر اپنی جگہ سے ایک انچ بھی سرک نہ پایا جب سب لوگ اپنی کوشش کر کے تھک ہار گئے تو منیجر نے کہا۔ اگر پانی اسی طرح بڑھتا رہا تو یہ تیزابی پانی فیکٹری میں داخل ہو جائے گا اگر یہ پانی مشینوں میں داخل ہو گیا تو لاکھوں روپوں کا نقصان ہو جائے گا۔ اس نے سپروائزر سے کہا۔ ''تم فوراً کسی ڈائنامائٹ والے کو بلا لاؤ اور ڈائنامائٹ کی مدد سے اس پتھر کو اڑا دو۔ اگر یہ پتھر اس جگہ سے نہیں ہٹا تو ہماری فیکٹری برباد ہو جائے گی۔''

سپروائزر نے اسی وقت آدمی دوڑائے وہ ایک گھنٹے بعد ایک آدمی کو لے کر آئے۔ اس کے پاس ایک صندوق اور کچھ وائر تھے۔ ایک اونچی جگہ بیٹھ کر اس نے پتھر (نندکشور) کو دیکھا پھر اس نے اپنے صندوق سے چھینی اور ہتھوڑی نکالی۔ چھینی ہتھوڑی لے کر وہ پتھر پر اوپر آ بیٹھا ایک جگہ اس نے چھینی رکھی اور ہتھوڑی سے چھینی پر

وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ نند کشور نے ایک بار زور سے اپنے آپ کو ہلایا۔ اس کے ہلنے سے وہ آدمی اپنی چھینی اور ہتھوڑی سمیت اس تیزابی پانی میں گر پڑا۔ اس کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی۔ وہ تڑپنے لگا جلدی سے وہاں کھڑے ہوئے لوگوں نے رسی پھینکی اور اسے کھینچ کر باہر نکالا تیزابی پانی کی وجہ سے اس کا پورا جسم جھلس گیا تھا پورے جسم پر آبلے پڑ گئے فوراً اسے اسپتال پہنچایا گیا۔ اسی وقت نند کشور نے اپنی حالت تبدیل کی اور ایک سادھو کی شکل میں آ کر منیجر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ منیجر نے جیسے ہی ایک پتھر سے سادھو کو نکلتے ہوئے دیکھا تو بھاگنے لگا اسے بھاگتا دیکھ کر فیکٹری کے تمام ورکر بھی بھاگنے لگے۔ نند کشور نے چلا کر کہا ''رک جاؤ، رک جاؤ''۔

لیکن نند کشور کی آواز پر کوئی نہ رکا۔ وہ بے تحاشا بھاگتے رہے نند کشور نے بھی ان کے پیچھے بھاگنا شروع کیا اور منیجر کا پیچھا کرتے کرتے اس کے آفس میں داخل ہو گیا۔ جیسے ہی منیجر نے اسے اپنے سامنے دیکھا خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔

نند کشور نے منیجر سے کہا میں کوئی جن یا بھوت نہیں ہوں تمہاری ہی طرح ایک انسان ہوں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تمہاری فیکٹری کے تیزابی پانی سے جس طرح ڈائنا مائیٹ لگانے والا جھلس گیا۔ زخمی ہو گیا اسی طرح ندی میں پائے جانے والے جانور جھلس جاتے ہیں، مرجاتے ہیں تمہارے اس تیزابی پانی کی وجہ سے ہزاروں مچھلیاں مرجاتی ہیں۔ ان مچھلیوں کے کھانے سے انسان اور پرندے بیمار ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے میں نے تمہارے تیزابی پانی کے نالے پر روک لگا دی تھی اگر تم وعدہ کرو کہ اس پانی کو ندی میں شامل نہیں ہونے دو گے تو میں اس پتھر کو ہٹا دوں گا۔

منیجر نے جلدی سے ہاتھ جوڑ کر کہا ''مہاراج ہمیں معاف کر دو ہم سے بھول

ہوگئی ہم اس راستے کو ہمیشہ کے لیے بند کردیں گے اور گہرا گڑھا کھود کر تیزابی اور گندہ پانی اس میں جمع کیا کریں گے اور کبھی کوئی گندہ پانی ندی میں نہیں جانے دیں گے۔

''ہاں! ٹھیک ہے لیکن اپنے وعدہ پر قائم رہنا اگر تم نے کبھی وعدہ خلافی کی اور تیزابی پانی ندی میں بہایا تو تمہاری فیکٹری کو تباہ و برباد کردوں گا۔

اتنا کہہ کر نندکشور نے ایک خوف ناک شیر کی شکل اختیار کی۔ شیر کو اپنے سامنے دیکھ کر منیجر ڈر کر میز کے اندر چھپ گیا۔ پھر نندکشور نے سادھو کی شکل اختیار کی اور منیجر کو آواز دی منیجر نے ڈرتے ڈرتے میز کی دراز سے جھانک کر دیکھا اور سادھو مہاراج کو دیکھ کر اسے اطمینان ہوگیا۔ ساتھ ہی اسے یہ یقین ہوگیا کہ یہ ضرور کوئی بہت ہی طاقت ور ہستی ہے۔ نندکشور نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ اچھا اب میں چلتا ہوں اپنی بات یاد رکھنا۔

''جی ہاں مہاراج میں ہمیشہ یاد رکھوں گا آپ بے فکر رہیں۔''

اسی وقت نندکشور نے اپنی شکل تبدیل کی اور ہوا بن کر غائب ہوگیا۔ منیجر حیران نگاہوں سے اسے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

ہوا کی شکل میں وہ اڑتا اڑتا باہر آیا ندی کے اوپر ہی اوپر اڑتا رہا اور جہاں صاف اور اجلا پانی بہہ رہا تھا وہاں پانی بن کر پانی میں شامل ہوگیا۔ ندی کے ساتھ بہنے میں اسے بڑا لطف آرہا تھا۔ ندی جہاں ویران علاقوں سے گزرتی، جنگل جھاڑیوں سے گزرتی تو پانی صاف ستھرا رہتا لیکن جب ندی کسی بستی کے قریب سے گزرتی تو ندی میں کافی گندگی بڑھ جاتی کیوں کہ بستی کے لوگ اپنے مویشیوں کو نہلاتے، گندے کپڑے اور بستر دھوتے، جوٹھے برتن دھوتے، چھوٹے بڑے اسی میں نہاتے

اس طرح پانی گندہ ہو جاتا تھا۔ اس میں بیماریوں کے جراثیم شامل ہو جاتے۔ ایک جگہ اس نے دیکھا کہ ندی کنارے جلتی ہوئی چتا کی ادھ جلی لاش ندی میں پھینک دی گئی۔ چتا کی راکھ، لکڑیاں، پھول سب ندی میں بہا دیے گئے اس نے یہ منظر دیکھا تو اپنی رفتار تیز کر دی اور تیزی سے اس غلیظ علاقے سے آگے نکل آیا۔ ندی کے ساتھ بہتے بہتے کافی دور نکل آیا۔ اب ندی کا پاٹ کافی پھیلا ہوا تھا۔ پانی کافی پرسکون طریقے سے بہہ رہا تھا کچھ فاصلے پر اسے بڑے بڑے پانی کے جہاز کھڑے نظر آئے۔ وہاں سے آگے بڑھا تو چاروں طرف پانی ہی پانی تھا اور پانی بہت کھارا تھا۔ نندکشور سمجھ گیا کہ یہ سمندر ہے سمندر کے کنارے کی سمت دیکھا تو اسے وہاں کافی گندگی نظر آئی کنارے پر کئی جگہ غلاظت اور گندگی کی وجہ سے پانی کالا ہو گیا تھا۔ کوڑا کرکٹ کافی مقدار میں پانی میں تیر رہا تھا۔ کنارے پر بدبو کا بھپکا سا اٹھ رہا تھا۔ بڑے بڑے پائپ لائن سمندر میں آ کر گرتے تھے جس کی وجہ سے شہر کی ساری گندگی اور غلاظت سمندر میں شامل ہو جاتی تھی۔ انسانوں کی اس حماقت پر اسے بہت افسوس ہوا۔ اس نے سوچا کہ اگر اسی طرح سمندر میں گندگی داخل ہوتی رہی تو پورا سمندر گندہ ہو کر رہ جائے گا۔ سمندر کے اندر جو جہاز کھڑے ہوئے تھے اس کی بھی ساری غلاظت اور گندگی سمندر میں پھینک دی جاتی تھی۔

سمندر کے کھارے پانی میں اسے کچھ زیادہ مزہ نہ آیا وہ وہاں سے باہر نکلا لیکن وہ سمندر میں بہت دور پہنچ چکا تھا کنارے تک پہنچنے میں اسے کافی دقت لگ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے ایک پرندے کی شکل اختیار کی اور ہوا میں اڑنے لگا۔ پرندہ بن کر ہوا میں اڑنے میں اسے کافی لطف آیا۔ وہ کافی دیر تک ادھر ادھر گھومتا رہا شہروں

سے نکل کر آبادی سے دور چلا آیا۔ ایک جنگل میں پہنچا جہاں چاروں طرف درخت ہی درخت اور جھاڑیاں ہی جھاڑیاں تھیں۔ اڑتے اڑتے وہ کافی تھک گیا تھا اس لیے ایک اونچے درخت کی نرم شاخ پر آرام سے بیٹھ گیا۔ ابھی اسے بیٹھے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک نیچے سے کچھ شور کی آواز آئی اور نند کشور نے نیچے دیکھا اسے چند آدمی نظر آئے جن کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں تھیں۔ پہلے تو انہوں نے چاروں طرف احتیاط سے دیکھا پھر اپنی کلہاڑی سے درخت کے تنے پر زبردست وار کیا۔ درخت کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی جسے سن کر نند کشور کانپ اٹھا اس نے درخت سے پوچھا۔ کیوں بھائی؟ کیا ہوا یہ کون لوگ ہیں؟

درخت نے کہا ''یہ وہ لوگ ہیں جو جنگلات کو برباد کررہے ہیں۔ چوری چھپے آتے ہیں۔ اور درختوں کو کاٹ کر گرادیتے ہیں۔ پھر انہیں بازاروں میں لے جا کر بیچ دیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو بہت سارے لوگ بڑی بڑی مشینیں لے کر آتے ہیں یہاں سے وہاں تک جنگل کے درختوں کو بالکل صاف کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے نہ تو جنگلی پرندوں کا گزارا ٹھیک سے ہوتا ہے اور نہ ہی زمین میں نمی باقی رہتی ہے۔ درختوں کی چھاؤں سے زمین نم رہتی ہے۔ اور گرمی کی شدت حد سے زیادہ بڑھنے نہیں پاتی لیکن پیسوں کے لالچ میں جائز اور ناجائز طریقے سے درختوں کو کاٹا جاتا ہے جس کی وجہ سے جنگلات برباد ہوتے جارہے ہیں۔ اور جنگلات ختم ہو گئے تو پوری دنیا کا فضائی اور ماحولی نظام بگڑ کر رہ جائے گا نہ تو وقت پر بارش ہوگی اور نہ سردی اور گرمی کے موسموں کی خصوصیات برقرار رہنے پائیں گی۔

ابھی وہ یہ بات ہی کر رہے تھے کہ پھر کلہاڑی کا ایک وار درخت کے تنے پر

ہوا۔ درخت کا پورا وجود لرز کر رہ گیا۔ نند کشور وہاں سے اڑا اس نے ایک بڑے عقاب کی شکل اختیار کی اور نہایت تیزی سے نیچے ایک غوطہ مارا اور جس آدمی کے ہاتھ میں کلہاڑی تھی اس کی کنپٹی پر چونچ سے زبردست وار کیا۔ اس کی کنپٹی پر ایک گہرا گڑھا ہوگیا۔ کلہاڑی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔ اس نے زخم پر اپنے ہاتھ رکھ لیے اور درد کی شدت سے چلانے لگا۔ اس کے دوسرے ساتھی اس کی مدد کو آئے جو اس کی دیکھ بھال کر رہے تھے نند کشور نے دوسرے آدمی پر حملہ کر کے اسے بھی زخمی کر دیا یہ دیکھ کر وہ سب گھبرا گئے۔ زخمیوں کو سہارا دے کر اور اپنی کلہاڑیاں اٹھا کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد درخت نے اس کا شکریہ ادا کیا کہ اس کی بروقت مدد سے وہ مرنے سے بچ گیا۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ آخر وہ کب تک ان سے بچ کر رہ سکیں گے۔ آج یہ چلے گئے ہیں کل دوسرے آئیں گے اور اپنے تھوڑے سے فائدے کے لیے جنگل کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گے۔

نند کشور وہاں سے اڑ کر آگے بڑھا تو اس نے دیکھا کہ جگہ جگہ درخت کٹے پڑے ہوئے تھے ایک ویرانی کا عالم تھا جو چاروں طرف چھایا ہوا تھا جس طرح ظالم لٹیرے شہروں کو لوٹ کر برباد کر کے چلے جاتے ہیں بالکل وہی حالت جنگل کی تھی۔ دھوپ کی شدت سے گھبرا کر پرندے اور جنگلی جانور ادھر ادھر بھاگ رہے تھے پورے جنگل میں ہو کا عالم چھایا ہوا تھا۔ جنگل کی اس بھیانک حالت کو دیکھ کر نند کشور کو انسانی ظلم و زیادتی کا صحیح اندازہ ہوا اور وہ دل میں سوچنے لگا کہ قدرت کے اس خوبصورت نظام کو بگاڑنے والوں سے جنگل کو کس طرح محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

وہ دن تو اس نے اسی جنگل میں کسی طرح گزارا۔ دوسرے دن اس نے دیکھا کہ صبح ہی صبح بہت سے لوگ ٹرک اور گاڑیاں لے کر آئے۔ ان لوگوں نے کٹے ہوئے درختوں کو اٹھا کر ٹرکوں پر رکھنا شروع کیا اور کچھ لوگ دوسرے درختوں کو کاٹنے میں لگ گئے۔ اسی وقت نند کشور کے دماغ میں ایک ترکیب آئی اس نے ایک بہت بڑے دیو کا روپ اختیار کر لیا اور ان کے سامنے آن موجود ہوا۔ ان لوگوں نے اپنے سامنے ایک لمبے تڑنگے دیو کو دیکھا تو دہشت زدہ ہو گئے کچھ لوگ تو اسے دیکھ کر ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک کے پاس بندوق تھی اس نے کندھے سے بندوق اتاری اور نند کشور کا نشانہ لے کر گولی چلانا ہی چاہتا تھا کہ نند کشور نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اس کی بندوق چھین لی اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دی۔ یہ دیکھ کر وہ آدمی بھاگنے لگا۔ نند کشور نے دو قدم بڑھا کر ہی اسے پکڑ لیا اور ایک معمولی سے ہلکے کھلونے کی طرح اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا اور ایک گیند کی طرح اسے دور پھینک دیا۔ ایک خوفناک چیخ اس کے منہ سے نکلی۔ کئی فٹ دوری پر جا کر وہ زمین پر گرا اور درد سے کراہنے لگا۔ اس کا یہ حشر دیکھ کر وہاں جتنے لوگ تھے سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ نند کشور نے ان کی لائی ہوئی گاڑیوں اور ٹرکوں کو الٹ دیا۔ بڑے بڑے درختوں کے تنوں سے انہیں کچل دیا۔ چکنا چور کر دیا۔

اس واقعہ کی دہشت ان لوگوں کے دلوں پر ایسی طاری ہوئی کہ بہت دنوں تک کوئی آدمی جنگل میں درخت کاٹنے کے لیے نہیں آیا۔ درختوں اور جنگلی جانوروں کو اس سے بہت آرام ملا۔ جنگلی جانوروں اور پودوں کے درمیان وہ بہت دنوں تک رہا جہاں کہیں اسے جنگلی جانوروں کا شکار کرتے ہوئے لوگ دکھائی دیتے یا جنگل کے

درختوں اور پودوں کو کاٹتے ہوئے لوگ نظر آتے تو وہ فوراً دیو کی شکل اختیار کر لیتا اور انہیں دہشت زدہ کر دیتا ہے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ جنگل کے بھوت کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس کے خوف سے لوگوں نے جنگل میں آنا اور جنگل کو برباد کرنا بند کر دیا۔

اسی طرح وہ پورے جنگل میں کئی دنوں تک گھومتا رہا۔ تمام جنگلی جانوروں اور درختوں کو اس کی موجودگی سے کافی راحت ملی سب نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ جنگل میں ایک مقام پر صندل کے چند درخت باقی رہ گئے تھے۔ ان کی خوشبو اور خوبصورتی سے متاثر ہو کر نند کشور وہاں رک گیا۔ اسے دیکھ کر صندل کے درخت نے کہا بھیا جی تمہاری وجہ سے ہم محفوظ رہ گئے ورنہ ہمیں اب تک کوئی نہ کوئی کاٹ کر لے جاتا۔

نند کشور نے کہا صندل بھائی آخر یہ تمہارا کرتے کیا ہیں؟ کیوں تمہیں کاٹ کر لے جاتے ہیں۔

صندل نے کہا '' بھیا، ہماری خوبی ہی ہماری بدنصیبی بن گئی ہے ہمارے بدن میں خوشبو ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے ہماری قیمت بڑھ گئی ہے لوگ ہمیں مختلف کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چوری چھپے آ کر ہمیں کاٹ لے جاتے ہیں۔

کیا تمہیں اس طرح کاٹنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی؟

لگائی تو گئی ہے بھیا، لیکن لالچ بری بلا ہے چند روپوں کے لیے خود چوکیدار ہمیں بیچ دیتے ہیں، جب محافظ ہی قاتل بن جائیں تو قتل کو کون روک سکتا ہے۔

نند کشور نے کہا '' گھبراؤ نہیں صندل بھائی ، دھیرے دھیرے ان بے

وقوفوں کو ضرور عقل آئے گی۔

آئے گی تو ضرور لیکن ایسا نہ ہو کہ جب سب کچھ برباد ہو جائے تب انہیں عقل آئے پھر تو یہی کہیں گے کہ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت۔''

نند کشور نے کہا'' میں کوشش کروں گا کہ اب مزید ماحول میں بگاڑ نہ ہونے پائے۔''

یہ کہہ کر نند کشور وہاں سے آگے بڑھا تو ہرنوں کا ایک جھنڈ اسے ملا۔ ہرن ایک میدان میں خوشی سے قلانچیں مارتے پھر رہے تھے۔ نند کشور کو دیکھ کر بوڑھا ہرن رک گیا اور اس نے کہا'' نمسکار بھیا جی، اب ہمیں چھوڑ کر کہیں نہ جانا، ورنہ پھر ہمارا گھومنا پھرنا دوبھر ہو جائے گا۔

گھبراؤ مت بھائی، اب کوئی ادھر جھانک کر بھی نہیں دیکھے گا۔

اس طرح جنگل کے جانور، پرندے اور پیڑ پودے اس کی موجودگی کو اپنے لیے باعث رحمت سمجھنے لگے۔ سب اس سے اچھی طرح ملتے اس کا شکریہ ادا کرتے۔

نند کشور نے جب دیکھا کہ جنگل میں امن و مان قائم ہو گیا ہے تو اس نے سوچا کہ اب اپنے وطن سے نکل کر دوسرے ممالک کی سیر کرنی چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے ہوا کا روپ اختیار کیا اور ہوا کے ساتھ اڑتا ہوا ایک سمت کو چل پڑا اب وہ کبھی مشرق کی سمت جاتا تو کبھی مغرب کی سمت کبھی شمال کی طرف جاتا تو کبھی جنوب کی طرف۔

مغربی سمت میں ایک بار اس کا گزر ایک ایسے علاقے میں ہوا جہاں چاروں طرف ریت ہی ریت بکھری ہوئی تھی۔ نہ کہیں جھاڑی تھی اور نہ کہیں درخت تھے نہ

پودے تھے اور نہ ہی گھاس تھی۔ نہ پانی تھا نہ کوئی مکان تھا۔ نہ انسان تھے اور نہ ہی کوئی جانور بس حد نگاہ تک ریت ہی ریت بکھری ہوئی تھی۔ گرم اور چمکدار ریت۔ اس نے اپنے ساتھ اڑنے والی ہوا سے پوچھا، کیوں بہن ہوا یہ کون سی جگہ ہے جو یوں ویران پڑی ہوئی ہے۔''

ہوا نے کہا'' یہ ریگستان ہے۔ اجاڑ، ویران اور غیر آباد قدرت نے اسے بڑی پرسکون جگہ بنائی تھی لیکن انسان نے اس کے سکون کو بھی غارت کر دیا ہے۔ بلکہ اسے بربادی کا گھر بنا دیا ہے۔''

نند کشور نے کہا'' وہ کیسے؟ انسان اس ویرانے میں کیا کرتا ہے؟''

ہوا نے کہا'' چلو میرے ساتھ میں تم کو ایک ایسا ہیبتناک منظر دکھاتی ہوں جسے دیکھ کر تم کانپ اٹھو گے''

ہوا اسے اڑاتی ہوئی ایک سمت کو لے چلی، تھوڑی دیر بعد انہیں ایک مقام پر چند آدمی نظر آئے جو ریت میں گڑھا کھود رہے تھے۔ ہوا نے نند کشور سے کہا۔'' ذرا دور رہ کر ان کا تماشا دیکھو۔''

بلندی پر ایک جگہ نند کشور جو ہوا کے روپ میں تھا رک گیا۔ جب ان لوگوں نے کافی گہرا گڑھا کر لیا تو اس میں ایک بہت بڑا دھات کا بنا ہوا خول رکھ دیا۔ اس میں کچھ تار اور بٹن لگے ہوئے تھے اسے اچھی طرح سے جانچ پرکھ کر اسے گڑھے میں دبا دیا۔ پھر سب لوگ وہاں سے بہت دور ایک مقام پر آ کر رک گئے۔ وہاں پر چند آدمی پہلے سے موجود تھے ان کے سامنے ایک مشین رکھی ہوئی تھی پھر سب نے ایسے لباس پہن لیے کہ ہوا ان لباسوں کے اندر داخل نہ ہو سکتی تھی۔ ایک نے کچھ اشارہ کیا

دوسرے نے مشین کا ایک بٹن دبا دیا۔ جیسے ہی بٹن دبا اس جگہ جہاں دھات کا خول ریت میں گاڑا گیا تھا ایک بہت ہی زوردار دھماکہ ہوا۔ اس جگہ کی اور اس کے چاروں طرف کی ریت، بالو اور آگ سی آسمان پر اڑتی ہوئی دکھائی دی۔ دھماکہ سے زمین دہل گئی ہوا لرز اٹھی دھویں کا ایک بادل سا زمین سے اٹھا اور آسمان پر چھا گیا اس جگہ پر اس قدر گرمی پیدا ہوئی کہ ریت پگھل کر شیشہ کی طرح بن گئی ہوا میں چنگاریاں سی اڑتی دکھائی دینے لگیں۔

اس خوفناک منظر کو دیکھ کر نند کشور کانپ اٹھا۔ اس نے اپنی زندگی میں ایسی بھیانک آواز کبھی نہیں سنی تھی۔ ایسا خوف ناک دھماکہ کبھی نہیں دیکھا تھا اور ایسی آگ بھی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ تیزی سے ایک سمت کو بھاگا ساتھ دوڑتی ہوا سے اس نے پوچھا ''اس ویرانے میں یہ دھماکہ کس لیے کیا گیا ہے۔''

ہوا نے کہا، ''یہ ایٹم بم کا تجربہ تھا۔ انسان دوسرے انسانوں کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے ایسے بھیانک اور خطرناک ہتھیار بنا کر اپنے پاس رکھتا ہے تاکہ دوسرے اس سے ڈرتے رہیں۔ ایسا ہی ایک دھماکہ جاپان کے دو شہروں میں ہوا تھا جس میں ہزاروں لوگ پلک جھپکتے ہی مر گئے تھے اور جو بچ گئے وہ کبھی اپنے پیروں پر کھڑے نہ ہو سکے، زمین پر کھڑے ہوئے مکانات دھوئیں کی طرح اڑ کر فضا میں تحلیل ہو گئے زمین ایسی ہو گئی کہ اب اس جگہ کسی نباتات کا اگنا ممکن نہیں۔ یہ ہے انسانوں کے کرتوت۔ ایسا لگتا ہے کہ ان خطرناک ہتھیاروں سے وہ پوری دنیا کو جہنم بنانے پر تلا ہوا ہے۔ ایسے ہی بھیانک تجربات کے لیے وہ اس ریگستان میں آئے ہیں۔ ان تجربات کی وجہ سے ہماری ساخت بگڑ جاتی ہے۔ ہزاروں نئے نئے خطرناک ذرات

ہمارے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ اور یہی ذرات جب سانس کے ذریعے انسانوں کے جسم میں داخل ہوتے ہیں تو ان کے جسم بیماریوں کے گھر بن جاتے ہیں۔

قدرت نے کتنی خوبصورت اور پرسکون زمین بنائی ہے لیکن یہ ناعاقبت اندیش انسان اپنے مفاد کے لیے اسے برباد کر رہے ہیں اگر ان کے تجربات کا سلسلہ یوں ہی چلتا رہا تو وہ دن دور نہیں جب اپنے ہی بنائے کسی بم سے اس دنیا کو برباد کر ڈالیں۔ خدا جانے ان نادانوں کو کب عقل آئے گی۔ ان کے ان بھیانک تجربات کی وجہ سے ہماری پاکیزگی ختم ہوتی جارہی ہے۔ جس طرح وہ اپنے فائدے کے لیے کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کر رہا ہے اسی طرح ان تجربات کے ذریعے وہ ہم میں تابکار عناصر کی ملاوٹ کر رہا ہے۔ ہمیں زہریلا بنا رہا ہے ریت کے اڑتے ہوئے ذرات یہ مختلف دھاتوں کے باریک باریک ٹکڑے اور یہ اٹھتا ہوا دھوئیں کا بادل انسان کی بربادی کے لیے کافی ہے۔

ہوا کی ان باتوں کو سن کر نند کشور کو بہت افسوس ہوا وہ اس گندی فضا سے نکلنے کے لیے تیزی سے مشرق کی طرف بھاگا، بھاگتا رہا، بھاگتا رہا مسلسل بھاگتے ہوئے وہ اس مقام پر آیا جہاں اس نے پانچ سال تک عبادت کی تھی اور بھگوان نے اسے وردان دیا تھا۔ وہاں آکر اس نے اپنی اصلی شکل اختیار کی اور سوچنے لگا کہ فضا اور ماحول کے بگاڑ کو وہ کس طرح روک سکتا ہے۔

بہت غور و فکر کرنے کے بعد اس نے یہ فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے تو اپنے ملک کو مسلسل بڑھتی ہوئی گندگی اور غلاظت سے چھٹکارا دلایا جائے اس کے لیے اس نے سوچا کہ وہ ایک معمر سادھو کا بھیس اختیار کر کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر جائے گا اور

ماحول کو خراب کرنے والے کاموں سے انسانوں کو روکے گا۔ صفائی اور پاکیزگی کا درس دے گا۔

یہ سوچ کر اس نے ایک پرندے کا روپ اختیار کیا اور اڑتے اڑتے ایک ایسے شہر میں پہنچا جہاں چاروں طرف گندگی اور غلاظت کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ مکھیاں ان پر بھنبھنا رہی تھی اور مچھر چاروں طرف اڑتے پھر رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک بزرگ سادھو کی شکل اختیار کی اور ایک جگہ دھونی رما کر بیٹھ گیا۔

وہاں بیٹھے بیٹھے کبھی وہ پرندہ بن جاتا تو کبھی ہوا بن کر غائب ہو جاتا اور کبھی نہایت حسین و جمیل عورت کی شکل اختیار کر لیتا۔ چند لوگوں نے اس کی یہ کرامات دیکھی تو اس کے گرویدہ ہو گئے بہت سے اس کے مرید بن گئے۔ طرح طرح کی چیزیں اس کے سامنے لا لا کر پیش کرنے لگے جب اس کے شاگردوں کا حلقہ بہت بڑھ گیا تو وہ انہیں شہر میں لے کر نکل پڑا اور جہاں کہیں گندگی کے ڈھیر نظر آتے وہ خود اسے اٹھا کر کچرا گھر میں پہنچاتا۔ اس کے شاگردوں نے اسے کچرا اٹھاتے دیکھا تو وہ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی صفائی کے کام میں لگ جاتے۔ سڑکوں اور گلیوں میں گندگی کرنے والوں کی اس نے پوشیدہ طور پر دو تین بار پٹائی بھی کر دی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ڈر کر سڑکوں اور گلیوں میں کچرا نہ پھینکتے تھے چند ہی دنوں میں اس کے شاگردوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ شمار مشکل ہو گیا وہ اپنے شاگردوں کو ایک ایک محلّہ میں بھیج دیتا ان کے پہنچتے ہی خود محلے والے صفائی کے کام میں لگ جاتے۔ اس طرح ہفتہ بھر میں گندے غلیظ شہر کو اس نے اپنے چیلوں کی مدد سے بالکل صاف ستھرا بنا دیا۔ اپنے شاگردوں کو چند ہدایتیں دے کر وہ دوسرے شہر چلا گیا۔ وہاں بھی اس نے اسی طرح چمتکار دکھا کر پہلے تو

لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر انہیں صفائی کے کاموں میں لگا دیا۔

اسی طرح شہروں شہروں اور گاؤں گاؤں گھوم کر ماحول اور فضا کی صفائی کا کام شروع کر دیا۔ لوگوں کو پودے اگانے اور درخت لگانے کی ترغیب بھی دیتا تھا۔

یونہی گھومتے گھومتے وہ ایک بہت بڑے شہر میں پہنچا۔ اس کے چمتکاروں کی وجہ سے بہت جلد اس کی شہرت پورے شہر میں پھیل گئی۔ اخباروں میں اس کی تصویریں چھپیں انٹرویو شائع ہوئے۔ دور دراز سے لوگ اس سے ملنے کے لیے آنے لگے جو بھی اس کے پاس آتا وہ اسے ماحول اور فضا کی صفائی کا درس دیتا۔ کسی کسی کا کچھ فائدہ بھی کروا دیتا تھا۔

نند کشور سے ملنے آنے والوں میں ایک دن ایک ایسا شخص آیا کہ جسے دیکھ وہ غصہ سے بے قابو ہو گیا۔ اس کا پورا بدن تھر تھر کانپنے لگا جب اس آدمی نے اس کے پیر چھونے کے لیے اپنے ہاتھ بڑھائے تو نند کشور نے اپنے پیر پیچھے کھینچ لیے۔ اس شخص کو بڑا تعجب ہوا۔ اس نے پشیمانی کے انداز میں پوچھا۔ ''مہاراج مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی کیا؟''

نند کشور نے ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر مارا وہ دور جا کر گرا۔ نند کشور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس کے قریب پہنچا اور کہا ''ہاں کیشو'' تجھ سے بہت بھیانک غلطی ہو گئی ہے، بہت بھیانک!

سادھو مہاراج کے منہ سے اپنا نام سن کر اسے بہت حیرت ہوئی وہ تیزی سے اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا اور غور سے نند کشور (سادھو مہاراج) کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر تک اسے دیکھنے کے بعد اس شخص نے کہا ''مہاراج میرا نام کیشو

نہیں ہے، رام داس ہے سیٹھ رام داس۔"

نند کشور نے چلا کر کہا اپنا نام اور حلیہ بدل کر تو دنیا کو دھوکہ دے سکتا ہے، مجھے نہیں میں تیرے ماضی کو دیکھ رہا ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے پون پور کے مندر کی دیوی کے گلے سے ہیروں کا ہار نکال لیا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے نند کشور کو زمین پر گرادیا ہے، میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تو نے سادھو مہاراج کو قتل کر دیا ہے۔ اور ہیرے کا ہار لے کر بھاگ رہا ہے۔ مجھ سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے کیشو، کچھ بھی نہیں۔

یہ باتیں سن کر اس کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا ہوش وحواس اڑ گئے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ نند کشور نے اس سے کہا سیٹھ رام داس بن کر تو دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتا ہے لیکن میں تیرا ماضی، تیرا حال اور تیرا مستقبل، سبھی کچھ جانتا ہوں، تیرا آخری وقت آچکا ہے اور اب تجھے کوئی طاقت مرنے سے نہیں بچا سکتی۔

کیشو نے جیسے ہی یہ جملے سنے وہ تیزی سے پیچھے مڑا اور بھاگنے لگا۔ نند کشور نے اسے بھاگتے دیکھ کر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور چلا کر کہا، تو بھاگ کر نہیں جا سکتا کیشو تو بچ کر نہیں جا سکتا۔ اب دنیا کی کوئی طاقت تجھے موت کے منہ میں جانے سے نہیں روک سکتی۔

کیشو بھاگ کر سڑک پر آیا وہاں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ جلدی سے کار میں بیٹھ گیا۔ اور کار اسٹارٹ کرنا ہی چاہتا تھا کہ نند کشور نے ایک ہیبت ناک دیو کی شکل اختیار کر لی اور دوڑ کر کیشو کی تیز رفتار سے جاتی ہوئی کار کو یوں اٹھالیا جیسے وہ کوئی پلاسٹک کا ہلکا کھلونا ہو۔ نند کشور نے اپنے ہاتھ کو چاروں طرف گھمایا اور زور سے کار کو

ہوا میں دور ایک سمت پھینک دیا کار کافی دور تک چلی گئی پھر دھڑ سے زمین پر آ کر گری اور چاروں طرف سے اس طرح پچک گئی مانو کسی نے اسے ہتھوڑے سے چاروں طرف سے پیٹ پیٹ کر پچکا دیا ہو کیشو بھی اس کار میں کچل کر رہ گیا۔

نند کشور ابھی کیشو کی موت کا منظر پوری طرح دیکھ بھی نہ پایا تھا کہ اچانک اس کے سامنے بھگوان ظاہر ہوئے اور اس سے کہا نند کشور ہم نے وردان دیتے وقت تجھ سے کہا تھا کہ اس وردان کا استعمال اپنے سوارتھ (فائدے) کے لیے اور اپنے کسی دشمن سے انتقام لینے کے لیے نہ کرنا ورنہ ہم تجھ سے یہ وردان واپس لے لیں گے۔ آج اپنی ذاتی دشمنی کے لیے تو نے کشیو کو مار ڈالا اور ہمارا دیا ہوا یہ وردان ختم ہو گیا۔ اب تیرے پاس صرف پانچ منٹ کا وقت ہے۔ اس پانچ منٹ میں تجھے جو کرنا ہے کر لے اس کے بعد پھر کبھی تو اپنی مرضی سے کوئی شکل اختیار نہ کر پائے گا۔

اتنا کہہ کر بھگوان غائب ہو گئے اور نند کشور کو گویا ہوش آ گیا ہو غصہ نے اس کی سوچ اور اس کے عقل سلب کر لی تھی بھگوان کے ظاہر ہوتے ہی وہ ہوش میں آ چکا تھا۔ اب اس کے پاس صرف پانچ منٹ تھے اس کے بعد وہ کبھی اپنی مرضی سے کوئی شکل اختیار نہ کر پائے گا یہ سوچ کر اچانک اسے پہاڑیوں کے دامن کا وہ چھوٹا سا میدان یاد آیا۔ جہاں بیٹھ کر اس نے عبادت کی تھی سادھو مہاراج کے غم کو اپنے دل سے مٹانے کی کوشش کی تھی اور جہاں پر بھگوان نے اسے درشن دیے تھے، وردان دیا تھا اس نے دل میں ارادہ کر لیا کہ وہ پانچ منٹ میں اڑ کر وہاں پہنچ جائے گا اور اپنی باقی زندگی اسی پرسکون جگہ پر عبادت میں گزار دے گا۔

اس خیال کے آتے ہی اس نے ایک تیز رفتار پرندے کی شکل اختیار کی اور

نہایت تیزی سے اڑتا ہوا شمال کی سمت روانہ ہوا پانچ منٹ میں وہ اس مقام پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ فاصلہ بہت زیادہ تھا اور وقت بہت کم اپنی پوری قوت سے وہ آگے بڑھتا رہا۔ اڑتے اڑتے وہ اس مندر کے قریب پہنچ گیا جہاں سادھو مہاراج اور درگا مائی نے اس کی پرورش کی تھی۔ اسے پال پوس کر بڑا کیا تھا جہاں پر سادھو مہاراج کا قتل اس کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا وہ تمام مناظر اس کی آنکھوں میں گھومنے لگے اس نے سوچا کہ چند سیکنڈ وہ اس جگہ کو دیکھ لے یہ سوچ کر اس نے ایک چکر لگایا اور چاہتا تھا کہ مندر کے کلس پر بیٹھے بس اسی لمحے اس کا پانچ منٹ کا وقت ختم ہو گیا اور پرندے سے اپنے اصلی روپ میں آ گیا۔ اس کے اڑنے کی قوت ختم ہو گئی۔ وہ کافی بلندی پر تھا۔ دھڑ سے نیچے گرا اور مندر کے کلس سے ٹکراتا ہوا وہ دھڑام سے آ کر فرش پر گرا ایک خوفناک چیخ اس کے منہ سے نکلی پتھر کی سخت چٹانوں سے ٹکرا کر اس کا جسم جگہ جگہ سے زخمی ہو گیا۔ اس کی آواز سن کر مندر کے کچھ پجاری اس کی طرف دوڑے۔ اس نے انہیں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ دھندلی دھندلی سی چند شکلیں اسے دکھائی دیں پھر آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اور اس کی روح جسم سے آزاد ہو گئی۔

گاؤں کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ دوڑے آئے۔ انہوں نے نند کشور کو پہچان لیا۔ اسی روز سب لوگوں نے مل کر اس کا انتم سنسکار اسی جگہ کر دیا۔ جہاں وہ سادھو مہاراج کو پڑا ہوا ملا تھا۔

☆......☆......☆